درویش صفت رئیس تلمیذ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

مولانا الحاج رفیع الدین صاحب مرادآبادیؒ کا سفرنامۂ حرمین ۱۲۰۱-۱۲۰۳ھ

پونے دو صدی پیشتر کی ایک تاریخی دستاویز

یعنی

ہندوستان کا سب سے پہلا

سفر نامۂ حجاز

از

مولانا حاجی رفیع الدین صاحب فاروقی مرادآبادیؒ

ترجمہ

از، مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہی

ملنے کا پتہ

کتب خانہ الفرقان، کچہری روڈ، لکھنؤ

قیمت

ایک روپیہ پچھتر نئے پیسے

طبع اول

شوال سنہ ۱۳۸۰ھ مطابق اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

مطبوعہ

تنویر پریس امین آباد لکھنؤ

مراد آباد سے حجاز مقدس تک

سفر نامہ

مولانا حاجی رفیع الدین صاحب فاروقی مرادآبادیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا حاجی رفیع الدین فاروقیؒ مرادآباد کے صاحب تصانیف بزرگ گذرے ہیں۔ خاندانی[1] وجاہت کے لحاظ سے بھی اُن کی نمایاں شخصیت تھی، وہ نواب عظمت اللہ خاں فاروقی حاکمِ مرادآباد کے پوتے تھے ــــ ذاتی اوصاف وکمالات کی حیثیت سے بھی بلند پایہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے براہ راست شاگرد تھے، حضرت مولانا خیر الدین سورتیؒ سے بھی سند حدیث حاصل کی تھی۔ اپنے زمانہ کے بہت سے مشائخ سے ملاقات کی اور استفادہ کیا۔ اور تذکرۃ المشائخ میں ان مشائخ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ یہ کتاب اب کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ ابھی تک کسی کتب خانے میں اس کی موجودگی کا علم نہیں ہوسکا۔ صاحبِ انوار العارفین نے امروہہ، مرادآباد اور دہلی کے مشائخ کا ذکر کرتے ہوئے، تذکرۃ المشائخ کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے اور اس سے اقتباسات بھی لئے ہیں ــــ حضرت مرزا مظہر[2] جانجاناںؒ جب کبھی مرادآباد

---

[1] مولوی محمد حسین چشتی مرادآبادیؒ آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

از روساء و بزرگان این شہر مرادآباد بودہ اند (انوار العارفین ص ۴۲۳)

[2] چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں ــــ (مرزا مظہر جانجاناںؒ) با فقیر بسیار مہربانی و شفقت می فرمودند وہر گاہ مرادآباد آمدے غریب خانہ را بقدوم خود مشرف میساختے و کیبار ہم اینجا اقامت فرمودہ۔

(انوار العارفین بحوالہ تذکرۃ المشائخ ص ۴۲۵)

تشریف لاتے اِن کے مکان کو اپنے قدوم سے ضرور مشرف فرماتے تھے اور ایک مرتبہ ان کے ہی مکان پر انھوں نے قیام فرمایا تھا۔

منجملہ دیگر تصنیفات و تالیفات کے آپ کا سفرنامہ بھی تاریخی، جغرافیائی اور ادبی حیثیت سے ایک شاہکار ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ سفرنامہ کہیں طبع نہیں ہوا ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی سلمہ سے مجھے دستیاب ہوا۔ اس نسخے کے کچھ اوراق کہیں کہیں سے کرم خوردہ ہو گئے ہیں۔ میں نے اس نسخے کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد رضا لائبریری رامپور کے نسخے سے ان ناقص اوراق کی عبارتوں کا پتہ چلایا اور دیگر بعض مقامات کتاب کی مطابقت بھی کی۔ میں اس کتاب میں سے تاریخ حرمین اور چند حکایات و واقعات کو چھوڑ کر اس کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

سفرنامے میں اپنے چشم دید واقعات اور حالات قلمبند کرنے کے علاوہ ان کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

(۱) مناسک شیخ عبدالحق دہلویؒ (۲) منسک شیخ محمد ہاشم سندھیؒ (۳) رسالہ شیخ حسین محمد دیار بکریؒ (۴) تاریخ مکہ (علامہ قطب الدینؒ) (۵) مناسک مولانا جامیؒ (۶) تاریخ مصر (علامہ جلال الدین سیوطیؒ) (۷) وفاء الوفا (سمہودیؒ) (۸) سفرنامہ مصر (شیخ ابراہیم مدنیؒ) (۹) عمدۃ الاخبار تالیف احمد بن عبدالحمید الہاشمی السندھیؒ۔

نواب خاندان کے اس مراد آبادی درویش نے بڑے عاشقانہ انداز میں سفر حرمین کیا ہے، سفرنامے کے لفظ لفظ سے کیف و سرشاری آشکارا ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ حاجی صاحبؒ کا دل کیفِ عبدیت اور عشقِ رسولؐ سے لبریز ہے، اُن کی عبارت حریم کعبہ و خمخانۂ طیبہ سے گہرے ربط و تعلق کی آئینہ دار ہے۔ اس سفرنامے میں اپنے زمانے کے اکابر حرمین کے مختصر حالات بھی درج ہیں۔ یہ سفرنامہ اس حیثیت سے بھی ممتاز ہے کہ اس کے مؤلف نے فارسی زبان میں بطرز سادہ بغیر عبارت آرائی کے وضاحت کے ساتھ اپنے سفری معلومات اس میں تحریر کئے ہیں۔

ہیں اپنے اس دعوی میں شاید مبالغہ کرنے والا نہ ہوں کہ ہندوستان میں سفرنامہ حج کی داغ بیل مراد آباد کے اسی بزرگ نے ڈالی ہے جو مدرسہ ولی اللہیؒ کا فیض یافتہ اور جید عالم، محدث، فقیہ اور مورخ و ادیب تھا۔ اس سے پہلے کا کوئی سفرنامہ حج و زیارت کسی ہندوستانی کا اس تفصیل کے ساتھ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا۔

میرے پیش نظر نسخے پر اس سفرنامہ کا نام سوانح الحرمین ہے، رامپور کے نسخے پر آداب الحرمین لکھا ہوا ہے اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اس کا نام حالات الحرمین لکھا ہے۔

اب میں براہ راست صاحب سفر کی زبان سے اُن کے حالات سفر سنوائے دیتا ہوں مگر اس سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اُن کے مختصر سوانح حیات لکھ دوں۔ جو کچھ حالات مل سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

مختصر سوانح حیات

شیخ رفیع الدین فاروقی ابن فریدالدین بن نواب عظمت اللہ خاں مراد آبادی۔ ۱۱۶۳ھ میں مراد آباد کے اندر پیدا ہوئے۔ اپنے شہر کے علماء سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمت میں پہونچے اور مدتوں اُن سے فیض حاصل کیا پھر مراد آباد آئے اور مدت تک یہاں درس دیا اور مجلس افادہ کو گرم رکھا، پھر حرمین شریفین کا سفر ۱۲۰۱ھ میں کیا اور دو سال دو ماہ دو ہفتے کے بعد ۱۲۰۳ھ میں مراد آباد واپس آئے۔ شاہ غلام غوث قادری لاہوریؒ سے بیعت تھے۔

سفر حج کے سلسلے میں جب سورت پہونچے تو وہاں مولانا خیرالدین محدث سورتیؒ سے بھی سند حدیث حاصل کی، حرمین شریفین میں بھی وہاں کے محدثین، اکابر علماء سے مستفیض ہوئے۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۲۳ھ کو مرض استسقاء ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کیا، قبر مراد آباد میں ہے۔ علاوہ سفرنامہ حرمین آپ کی تصنیفات و تالیفات حسب ذیل ہیں:-

(۱) قصر الآمال بذکر الحال والمآل (۲) سلوۃ الکئیب بذکر الحبیب (سیرت نبویؐ) (۳) شرح الاربعین (۴) کنز الحساب (۵) تذکرۃ المشائخ (۶) تذکرۃ الملوک

(۷) تاریخ الافاغنہ (۸) کتاب الاذکار (۹) ترجمہ عین العلم (۱۰) شرح غنیۃ الطالبین (۱۱) افادات عزیزیہ (جس کو اسولہ واجوبہ بھی کہا جاتا ہے حاجی صاحب مرادآبادیؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے علوم تفسیر وحدیث کے متعلق اہم استفسارات کرتے رہتے تھے ان استفسارات کے جوابات کا مجموعہ یہ کتاب ہے ۔۔۔ دارالعلوم ندوہ کے کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے) ۔۔

[ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد، انوارالعارفین، اتحاف النبلاء]

پیش لفظ

بعد حمد وصلوٰۃ ۔۔۔۔ محرر سطور رفیع الدین کہتا ہے کہ مجھ کو عنفوانِ سن شعور سے تمنائے زیارت حرمین تھی اور شوقِ دیدار غالب تھا۔ بشارات واشارات، حصول مطلب کے سلسلے میں پاتا تھا لیکن کچھ موانع درپیش تھے اور علائق سدِ راہ ۔۔ اس بنا پر یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہتی تھی ۔۔۔ ایک مدت کے بعد جب خدائے بے نیاز کا ارادہ متوجہ ہوا تو رفتہ رفتہ موانع، برطرف اور علائق، منقطع ہوتے چلے گئے اور اس دارِ فانی سے دلبستگی کے اسباب برہم اور "موجبات افسردگی و دل سردی" فراہم ہوگئے ۔۔۔ دیدۂ بصیرت کو خواب غفلت سے بیداری حاصل ہوئی اور مستلذات فانیہ کی جانب سے توجہ ہٹ گئی ۔۔۔ اب اپنے حال پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ عمر عزیز، طلب آمال وامانیِ دنیا میں ضائع ہو چکی ہے، بارِ گناہ کے پہاڑ گردن پر آپڑے ہیں اور آفتابِ عمر، لبِ بام، آگیا ہے۔

رُباعی

یک نیمۂ عمر در بطالت بگذشت ۔۔۔ یک نیمہ بہ تشویر وخجالت بگذشت (شرمساری)
عمریکہ ازو دمے جہانے ارزد ۔۔۔ بنگر بچہ حیلہ وچہ حالت بگذشت

نہ تمتّعت زدنیا نہ زدیں نصیب مظہر ۔۔۔ بفنونِ بے کمالی چہ قدر کمال داری

(مرزا مظہر جانجاناںؒ)

بعد شدت حسرت وحیرت اور بعد ندامت وپشیمانی اسکے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا

کہ دل کو یار و دیار سے جدا کرکے وادیٔ غربت میں قدم رکھا جائے اور شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین سید ابرار، محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ کی طرف توجہ کی جائے، اور اپنے درد کی دوا اُن کے دار الشفائے رحمتِ کاملہ وشفاعت شاملہ سے چاہی جائے ـــــ اس قصد کے بعد "ہواجسِ نفسانی" اور "تسویلاتِ شیطانی" مزاحمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور سفر کی مشکلات کو سامنے لا کھڑا کیا ـــــ لیکن اللہ کی اعانت ونصرت سے یہ بات پیدا ہوگئی کہ جب دل میں زادِ راہ کا خطرہ آتا تھا تو کہتا تھا کہ جو شخص خانۂ ارحم الراحمین اور روضۂ جناب رحمۃ للعالمین کی جانب متوجہ ہو اس کو اسبابِ ظاہر پر نظر رکھنا اور مسبب الاسباب سے غافل رہنا، انتہائی کوتاہ نظری ہے۔

؎ فانّ الزاد اقبح کلِّ شیٔ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ اذا کان الوفود علی الکریم

(جب آدمی ایک کریم کے دربار میں حاضر ہو رہا ہو، تو زادِ راہ کی فکر سے بُری کوئی چیز نہیں)

جب نظر ضعفِ بدن پر پڑتی تھی تو کہتا تھا کہ کچھ غم نہیں ہے۔ (اور یہ آیت یاد آتی تھی)
ـــ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ـــــ الآیۃ
(جو شخص اپنے گھر سے اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرکے نکلا، اس کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہوگیا۔)

؎ چو حکم ضرورت بود کار بر وے
بریزند بارے بر آں خاک کوئے

جب سفر کے رنج ومصائب کا ہراس ہوتا تھا تو دل میں خود کو مخاطب کرکے کہتا تھا، یاد کر! تو نے سعیٔ باطل میں عمر بھر کس قدر خونِ جگر پیا ہے اور کس قدر رنج جھیلے ہیں، اور آخر کار پشیمانی حاصل کی اور شربتِ ناکامی نوش کیا ہے ـــ شاید اس مقدس سفر کے رنج ومصائب سے ان گناہوں کا کفارہ ہوجائے ـــ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ ـــ (جنت کی راہ میں ناگواریاں ہیں اور دوزخ کے آگے سبز باغ)

در بیاباں گر بہ طوفِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

جب نہلت طلبی اس بات کی طالب ہوتی تھی کہ ابھی کچھ اور توقف کرو پھر چلے جانا تو میں جواب میں کہتا تھا۔

صد ہزاراں وعدے دریں سودا مرا امروز شد
نیست صبرم بعد ازیں کامروز را فردا کنم

خواہم از سودائے پابوسش نہم سر در جہاں یا بپائش سر نہم یا سر دریں سودا کنم

آرزوئے جنت الماویٰ بدر کردم ز سر
جنتم ایں بسکہ بر خاکِ درش ماویٰ کنم

للہ الحمد کہ کریم کارساز نے دستگیری فرمائی اور قید ایں وآں سے رہا کر کے نفس وشیطان کے ہاتھ میں سے نکالا اور اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اب داعیۂ شوق باعث ہے اس امر کا کہ جو کچھ سوانح سفر اور منازل ومراحل بحر وبر کا مشاہدہ ومعائنہ کروں اور جن مواضع متبرکہ اور اماکن مشرفہ کی زیارت کروں اور جن علماء اور صلحاء عصر کی ملاقات سے فائز ہوں یہ سب کوائف وحالات نیز دیگر عجائب حکایات اور نوادر روایات اور فوائد متفرقہ کہ کسی معتبر وثقہ سے سُنے یا کسی کتاب میں دیکھے ہوں ان کو قیدِ کتابت میں لے آؤں ـــــ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ اس فقیر بے نام ونشان کی یہ ایک نشانی برائے یاراں وعزیزاں باقی رہ جائے اور ان دونوں عظیم الشان آستانوں کے شوق کی محرک ہو ـــــ زادھما اللہ شرفاً وتعظیما ـــــ اور اگر بمقتضائے بخت ناساز اس فقیر کو ان مواطنِ نور وسرور (حرمین) سے دوری پیش آجائے تو ان اوراق کے مطالعہ سے ان حالات کو یاد کر کے فراقِ حرمین میں آہ وزاری کر لیا کرے۔

حضرت واہب جل جلالہٗ سے التجا یہ ہے کہ وہ آخر عمر تک مجاورتِ حرم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع عنایت فرمائے اور اگر اس کے علم قدیم میں اس بار وطن کی طرف رجوع کرنا مقدر ہو تو پھر دوبارہ توفیقِ معاودت ومجاورتِ مدینہ طیبہ نصیب فرمائے ـــــ واللہ علی کل شیٔ قدیر ـــــ وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیرا۔

آغازِ سفر و منازلِ سفرِ خشکی

بقصدِ سفرِ حرمین شریفین ۔ اپنے وطنِ مالوف ، بلدۂ مرادآباد ——— عمرہٗ اللہ وحماساکنیہا عن الآفات والفساد ـــ سے صبح شنبہ ۱۰ محرم ۱۲۰۱ھ[1] کو زادِ توکل ، راحلۂ عزیمت اور بدرقۂ توفیق کے ساتھ نکلا اور سنبھل پہونچا ۔ یہاں سے سات منزلیں طے کرکے بندرابن کے متصل لشکر پٹیل سیندھیہ میں اترا ۔ صبح کو اس جگہ سے کوچ کرکے دو منزل پر ۲۰ محرم کو ڈیگ[2] پہونچا اور عماراتِ سورج مل جاٹ کو جو نمونۂ ارم عاد ہیں دیکھا ۔ سورج مل کے عہد حکومت میں بھی جب کہ یہ شہر بہت آباد تھا اور یہ عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں میں نے اس شہر کو دیکھا تھا ــ اس وقت ویرانی شہر اور خرابیٔ عمارت اولوالابصار کے لئے محلِ عبرت ہے ۔ وَکَمْ[3] اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ (الی) وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ (سورۂ قصص)

پردہ داری می کند بر طاقِ کسریٰ عنکبوت
چغد نوبت می زند بر قلعۂ افراسیاب

مکن طولِ امل اندر عمارت عرض من بشنو
بنا را قصر می گویند باید مختصر باشد

میں نے اس مقام کو تین مرتبہ تین مختلف حالتوں میں دیکھا ہے ، پہلی مرتبہ اب سے تیس سال

---

[1] سفر با خیر (سنہ ۱۲۰۱ھ) یہ عبارت عربی تاریخ آغاز سفر کا پتہ دے رہی ہے جس کو خود حاجی رفیع الدین مرادآبادی نے اپنے سفرنامے میں اسی موقع پر درج کیا ہے ۔ [2] ڈیگ بھرت پور سے آٹھ کوس پر واقع ہے ۔ اس کے چاروں طرف پختہ شہر پناہ قلعہ کی شکل کی بنی ہوئی ہے ۔ اس میں کئی بھون ہیں جن میں ایک کیشو بھون ہے جس میں ۵۰۰ فوارے لگے ہوئے ہیں ـــ یہ مکانات سنگ مرمر ، سنگ سرخ ، سنگ موسیٰ اور سنگ زرد سے بنے ہوئے ہیں ۔ (جغرافیہ راجپوتانہ) [3] ہم نے کتنی ہی بستیوں کے ایسے باشندوں کو ہلاک کردیا جو اپنی گزران میں حد سے گزر گئے تھے ۔ ان کے یہ مکان ہیں جو خالی پڑے ہیں ۔ ان کے بعد یہاں کوئی نہیں رہا مگر تھوڑے اور ہم ہیں ان کی میراث و ترکہ کو قبضے میں لانے والے ۔

پہلے، دوسری مرتبہ عہد نجف خاں میں تیسری مرتبہ اس سال ۔

جمعہ کے دن ۹ صفر ۱۲۰۳ھ کو ڈیگ سے چل کر بہوسادر کے راستے سے چھ منزل کے بعد نئے شہر[1] میں پہونچا۔ اس شہر کو راجہ مادھو سنگھ کچھواہہ نے بنایا ہے۔ یہ نیا شہر ایسے مقام پر ہے کہ اس کے ہر چہار طرف دشوار گزار پہاڑ محیط ہیں اور بجز چند متعین راستوں کے کہ محکم و مضبوط دروازے ان پر بنائے گئے ہیں کوئی اور راستہ نہیں رکھتا۔ چشمہائے آب، پہاڑوں سے نکل کر شہر میں جاری ہیں۔ اس شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر قلعۂ رنتھمبور ہے جو کہ ہندوستان کے مشہور اور مضبوط قلعوں میں سے ہے۔

۱۰ صفر کو دریائے چنبل کو عبور کر کے چار منزل کے بعد ۱۳ صفر کو کوٹہ پہونچے جو کہ ریاست ہاڑوتی کا صدر مقام ہے۔ اس ریاست کے راجہ راجپوتان ہاڑہ میں سے ہیں ۔۔۔ یہ سرزمین مضافات صوبہ اجمیر سے ہے اور یہ شہر دریائے چنبل کے کنارے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ تمام کا تمام مثلِ زمین مسطح و ہموار ہے، نشیب و فراز کچھ نہیں رکھتا، المختصر خوبیٔ فضا میں کوٹہ اس نواح کے اندر بے نظیر ہے ۔۔۔ یہاں حکام غیر مسلم ہیں اور سلطنتِ اسلام یہاں ضعیف ہے۔ جو مسلمان قدیم سے ان شہروں میں ساکن ہیں وہ بجز نام کے اسلام کا کوئی نشان نہیں رکھتے۔ ایک معتبر شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ یہاں ایک بُت خانہ ہے، ایک معین دن مردمِ شہر اس بُت خانے میں پرستش کے لئے جاتے ہیں اور بتوں سے طلبِ حاجت کرتے ہیں، ایک دن قاضیٔ شہر بھی وہاں برائے پرستش گیا تھا۔ پناہ بخدا!

دریائے چنبل پہاڑ کو کاٹ کر زیرِ شہر بہتا ہے اور دوسرے چشمے بھی ہر طرف جاری ہیں۔ یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے جو اُدھر سلا کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پہاڑ کا ایک ٹکڑا ہے جو لمبائی میں کم و بیش تیس چالیس گز اور موٹائی میں نو دس گز ہے ۔۔۔ یہ پہاڑ کا ٹکڑا دریا کی طرف کو مثلِ سائبان معلق ہے اور اس کا وسط پہاڑ کے ایک اور ٹکڑے سے جو کہ دریا کے کنارے ہے، پیوستہ ہے۔

---

[1] اس نئے شہر سے مراد بونڈی ہے۔ شہر بونڈی کا ایک حصہ پُرانا اور ایک نیا کہلاتا ہے۔ نئی بونڈی شہر پناہ کے اندر ہے۔ (جغرافیہ راجپوتانہ)

مراد آباد سے کوٹہ تک ۲۲۳ کوس اور انیس[19] منزلیں طے ہوئیں۔ راہ آگرہ کے مقابلے میں یہ راستہ دو دن کی راہ کے بقدر کم تھا ۔۔۔۔ ۱۱ صفر کو بروز شنبہ کوٹہ سے کوچ ہوا۔ ۔۔۔۔ دو منزل پر مکندرا[1] جو عجیب کوہستانی سلسلہ ہے۔ نظر آیا۔ سلسلۂ مکندرہ کوٹہ سے دو روزہ راہ کے فاصلے پر ہے۔

آگے کو نو منزلیں طے کر کے ۲۵ صفر کو اُجین پہونچے۔ اُجین ایک قدیم شہر ہے، صوبہ مالوہ کا صدر مقام اور راجہ بکرماجیت کا تخت گاہ ہے۔ اس راجہ کی جود و سخاوت اور شجاعت کی حکایات ہندوستان میں مشہور ہیں اور بکرمی تاریخ جو کہ معمول اہلِ ہند ہے اس راجہ کے عہد سے ہے اور اب اس کو ۱۸۲۳ سال شمسی گذر چکے ہیں ۔۔۔۔ اس زمانے میں یہ شہر زیر تصرف رؤسائے مرہٹہ ہے۔ شہر اجین بہت زیادہ آباد ہے۔ عمارات شہر سہ منزل، چہار منزل بلکہ اس سے بھی زیادہ منزل کی ہیں ۔۔۔۔ قبر مولانا مغیث الدینؒ، جو کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا دہلویؒ کے مرید تھے، اس شہر میں کنارِ دریا پر واقع ہے، وہ ایک مصفا اور دلکش مقام ہے۔ یُزارُ وَ یُتَبَرَّک ۔۔۔۔

تین روز اُجین میں قیام کیا اور ربیع الاوّل کی چاند رات کو جمعہ کے دن اِندور پہونچنا ہوا جو کہ اجین سے دو منزل پر ہے اور سولہ کوس کا فاصلہ رکھتا ہے۔

اندور اندور بہت بڑی آبادی ہے اور بڑی منڈی ہے۔ بندرگاہ سورت و دیگر بندرگاہوں کا مال یہاں لایا جاتا ہے اور یہاں سے دیگر بلادِ ہندوستان کو لے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی اشیا یہیں سے بندرگاہوں کو جاتی ہیں ۔۔۔۔ شہر برہان پور، کہ قافلے اس راستے سے جاتے ہیں ۔۔۔۔ اندور سے سات روز کے راستے پر ہے۔ اور سورت، برہان پور سے پندرہ دن کی راہ ہے ۔۔۔۔ اور جس راہ سے تاجر آتے جاتے ہیں اس راہ سے شہر بھڑوچ ۔۔۔۔ جو کہ گجرات کے عمدہ بندرگاہوں میں سے ہے اور جس کے نیچے سے دریائے نربدا بہتا

---

[1] سلسلہ کوہ مکندرا جو ہاڑوتی ایجنسی اور مالوہ کے درمیان واقع ہے اوسط درجے کی بلندی سے کچھ اونچا ہو گوشۂ جنوب مشرق سے گوشۂ شمال مغرب کی طرف چلا گیا ہے۔ (جغرافیہ راجپوتانہ)

ہوا سمندر میں گر جاتا ہے ـــــــ ایک سو بیس کوس ہے۔ اور بھروچ سے سورت کبیس
کوس ہے۔ لیکن بجز تجار کے کہ یہاں کے زمینداروں سے میل ملاقات رکھتے ہیں ـــ دوسروں
کی آمد و رفت اس راہ سے بغیر رفاقتِ تجار مشکل ہے۔ اگرچہ بسبب کوہستان کی دشوار
گزار گھاٹیوں کے اس راستے میں بہت تاخیر ہوتی ہے لیکن بآرام و امنِ تمام طے ہو جاتا ہے۔
یہ راستہ اپنی نصف مسافت تک حدِ صوبہ مالوہ ہے اور اسکے بعد صوبہ گجرات ہے ـــــــ
ان ترجیحات کی بنا پر جو اندور کے لوگوں نے بیان کیں یہ راہ اختیار کی گئی۔

اندور سے دوشنبہ کے دن ۳ ربیع الاوّل کو بسمتِ بھروچ روانہ ہوئے۔ سات منزل
طے کر کے تیس کوس پر راج گڈھ میں اُترے ـــــــ مانڈو، جو کہ عرصہ تک تخت گاہ سلاطین
غور رہ چکا ہے اور جن کے حالات، تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہیں ـــــــ یہاں سے چار
کوس رہ گیا ہے ـــ شہر مانڈو ویران ہے تھوڑی سی آبادی ہے اور وہ بھی شہر سے باہر ـــ
کہتے ہیں کہ وہاں سلاطین مذکورہ کی عماراتِ عظیمہ کے آثار اب بھی محلِ عبرت بینندگان ہیں۔

آں قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو ۔ بر درگہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ ۔ بنشستہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو

دریائے چنبل کوہستان مانڈو سے نکلا ہے ـــ مانڈو سے چند کوس کے فاصلے پر دھار ہے
جو مشہور شہر ہے ـــــــ راج گڈھ میں دو دن قیام رہا ـــ ۱۶ ربیع الاوّل کو کوچ ہوا ـــ
پچاس کوس تک ویرانہ سامنے آیا، دشوار گزار کوہستان، اور جنگل ہی جنگل ہے ـــ اسی قسم
کے علاقے کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے:-

تیہے بغایت پُر خطر خالی ز راہ و راہ بر ؎
نے در وے از جنّے اثر نے در وے از انسے نشاں

مگر بعض جگہ بانس کے چند گھر نظر آئے ـــــــ یہاں کے باشندے اگرچہ صورتاً آدمی
ہیں لیکن سیرتِ حیوان رکھتے ہیں ـــ اُن کی زبان سمجھی نہیں جاتی ـــــــ ان پہاڑوں میں
چند جگہ، لوہے، ابرق اور مردار سنگ وغیرہ کی کان دیکھی گئی۔

شنبہ ۲۰ ربیع الثانی ـــ دبّی (؟) جو بھروچ سے تیس کوس کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے،

پہونچے ـــــ ۹ ربیع الثانی کو وہاں سے کوچ کرکے ۱۱ ربیع الثانی کو بھروچ آگئے ـــــ
۱۲ ربیع الثانی کو نربدا پار کرکے انکلیسر میں رہے یہاں پر سید حلیمؒ کا مزار ہے، وہاں حاضر ہوئے
سید حلیمؒ، معاصر جہانگیر تھے۔ ان بزرگ کے خوارق، یہاں کے باشندوں کی زبان پر تواتر کے
ساتھ ہیں ـــ انکلیسر سے چل کر ۱۴ اور ۱۵ کی درمیانی شب میں دریائے تاپتی کو عبور کرکے
سورت کے بیرونی حصے میں رات گزاری ـــــ ۱۵ ربیع الثانی کو اندرون شہر میں مدرسہ خواجہ
دیوانہ علیہ الرحمہ کے اندر اُترنے کا اتفاق ہوا۔

خواجہ دیوانہؒ

خواجہ دیوانہؒ دو واسطوں سے خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔
وہ توران سے اس دیار میں آئے ہیں اور اُن کے فیض ظاہر و باطن سے
ایک عالم مستفیض ہوا ہے، انھوں نے ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی ہے اور اب تک انوارِ ولایت
اُن کے مزار، اُن کی مسجد اور مدرسے سے ظاہر ہیں ـــــ قاصدان حرمین شریفین کا درود گاہ
اکثر و بیشتر یہی جگہ ہے۔

شہر سورت

شہر سورت پیش از زمان خواجہ دیوانہؒ ایک ویرانہ گاؤں تھا خواجہ مذکور نے
ولایت سے آکر یہاں سکونت اختیار کی اور آبادی شروع ہوگئی اور رفتہ رفتہ
موجودہ ترقی کو پہونچ گیا ـــــ اس سے پہلے شہر نادیر (غالباً راندیر) بندرگاہ تھا،
جو کہ سورت کے سامنے تاپتی کے اس طرف ایک قدیم شہر ہے۔ نادیر (راندیر) کے مقابر
میں ایک تابعی کی قبر بھی ہے، لیکن اس قبر کی جگہ متعین نہیں ہے۔ دیگر بزرگوں کے مزارات
بہت سے ہیں ـــ اس کی مسجد اب سے نو سو سال پہلے تعمیر ہوئی ہے ـــ لیکن اب نادیر
(پہلے کے مقابلے میں) ویران ہو گیا ہے، تھوڑی آبادی رکھتا ہے، البتہ سورت میں بہت
رونق ہے اور وہ آبادی سے معمور ہے، تمام ملک ہندوستان، چین، فرنگ، عربستان
اور ایران کے اَمتعہ و نفائس اور اُن کے علاوہ جو اشیا درکار ہوں یہاں حاصل ہو جاتی ہیں
عزتِ اسلام اور رونقِ مساجد جو سورت میں دیکھی گئی وہ اس زمانے میں شاید تمام
ہندوستان میں نہ ہوگی ـــــ غالباً یہ برکات، تجاوزت دہمائگیٔ حرمین شریفین کی بنا پر
ہیں اور اسی بنا پر سورت کو باب مکہ کہتے ہیں۔

مولانا خیر الدین محدث سورتیؒ [۱]

سورت میں پہونچنے کے دن مجمع کمالاتِ ظاہر و باطن مولوی خیر الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ کی خدمت میں پہونچا اور ان کے حلقۂ درس حدیث میں حدیث پڑھی ــــ اُن کی ذات بڑی متبرک اور مغتنماتِ روزگار ہے ــــ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے اُن کا وجود باعثِ افتخار ہے ــــ انھوں نے دو بار سفر حرمین کیا ہے۔ قریباً پچاس سال سے درسِ حدیث وافادہ طالبانِ راہ حق میں مشغول ہیں بہت سوں نے ان کی خدمت میں علوم ظاہر و باطن حاصل کئے ہیں ــــ زائرین حرمین شریفین کے لئے اُن کی ذاتِ عالی، ملجا وملاذ ہے ــــــــ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس قدر عزت عنایت فرمائی ہے کہ شریف مکہ اور تمام حکامِ دکن، تعظیم و توقیر کے ساتھ ان کو مکاتیب لکھتے ہیں اور ان کے مراسلات کو احترام تمام کے ساتھ وصول کرتے ہیں اسکے باوجود ان پر تواضع و انکسار اس قدر غالب ہے کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ مہمانوں اور فقراء کے لئے کھانا خود لاتے ہیں اور ان کے سامنے لا کر اپنے ہاتھوں سے رکھتے ہیں ــــ محتاجوں کی حاجت روائی کے لئے سعی بلیغ فرماتے ہیں۔ اور بہ نفس نفیس پیادہ یا سواری سے اس شخص کے مکان تک تشریف لے جاتے ہیں جس کے ذریعے سے کسی کی حاجت کو پورا کرنا ہوتا ہے اور حتی الامکان صاحب حاجت کی مہم کو انجام دیتے ہیں۔ اقامتِ سورت کے زمانے میں میں نے چند پارے صحیح بخاری کے اور صحاح کی ہر کتاب کا کچھ کچھ حصہ جلدی جلدی ان سے پڑھ کر اجازت حاصل کی۔ چونکہ موسم کشتی قریب آگیا تھا اس لئے اس سے زیادہ پڑھنا میسر نہ آیا۔

کشتی پر سوار ہونے کے ایام میں فقیر کو ان سے کچھ عرض معروض کرنا تھا ــــ بعد نماز ظہر خدمتِ اقدس میں آیا، عشاء تک مجلس کا سلسلہ رہا، فقیر کی طرف متوجہ رہے اور بات چیت فرماتے رہے، لیکن

۱؎ مولانا خیر الدین محدث بن محمد زاہد بن حسن محمد زبیری۔ زبیر بن عبد المطلب، عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں تھے۔ سورت میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی ــ مولانا عبد الغفورؒ اور شیخ محمد بن عبد الرزاق حسینی احمدیؒ سے علم حاصل کیا اور طریقہ نقشبندیہ، شیخ نور اللہؒ سے پھر شیخ نصر اللہؒ سے حاصل کیا۔ حرمین شریفین کو حج و زیارت کے لئے گئے اور شیخ محمد حیات سندھیؒ سے علم حدیث حاصل کر کے پھر سورت کو لوٹ آئے اور پچاس سال سورت میں درس حدیث دیا۔ شواہد التجدید، ارشاد الطالبین اور رسائل سلوک ان کے مصنفات ہیں۔ ۱۰ رجب ۱۲۰۶ھ کو وفات پائی اور سورت ہی میں دفن ہوئے ــ

(نزہۃ الخواطر جلد ۷)

فقیر سے اس دن اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہ ہوسکا۔ جب مجلس سے اٹھا تو یہ شعر آپ نے پڑھا:۔

؎ آسمان سجدہ کنند بہرِ زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہرِ خدا بنشینند

اس شعر نے ایک عجیب تاثیر دل میں پیدا کی ۔ صبح کو پھر خدمتِ عالی میں گیا اور جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا میں نے عرض کیا اور جو کچھ انھیں فرمانا تھا انھوں نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ بتایا اس کی اجازت بھی عطا فرمائی اور کلاہ مبارک اپنے سر سے اُتار کر فقیر کے سر پر رکھی اس وقت یہ شعر مولوی صاحب کی زبان سے سُنے:۔

نسبتِ پاکاں طلب کن در پئے ایشاں برو — غرقِ دریا میشود فرعون، موسیٰؑ پیشواست

بحرف صوت میسر نگردد آزادی — ببیں اسیرِ قفس طوطیانِ گویا را

ایک عجیب انکشاف

جن دنوں فقیر وارد امین تھا، ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ آپ حج کو جاتے ہیں مدینہ منورہ بھی جانا اور اسکی زیارت کی سعادت بھی حاصل کرنا۔ اس قول سے مجھے سخت تعجب ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس قدر سفر کرے اور بغیر حصول زیارت مدینہ منورہ ۔ گھر کو لوٹ آئے۔ اُس دوست نے کہا کہ اس شہر میں بہت سے اشخاص ایسے ہیں جنھوں نے حج تو کیا ہے لیکن بغیر مدینہ منورہ حاضر ہوئے گھر کو واپس ہوگئے ہیں ۔ میں نے ایک دن تعجب کے ساتھ اس بات کو مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انھوں نے اس قسم کا ایک واقعہ سنایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ فرمایا کہ خود مکہ میں ایسے لوگ ساکن ہیں کہ وہ معمر ہوگئے ہیں اور حجِ اسلام بھی نہیں کیا ہے۔ ان کو امور معاش میں اس قدر مشغولیت ہے کہ ایامِ حج میں، ادائے مناسک حج کی فرصت ہی نہیں پاتے ہیں۔

وما التوفیق الا من عند اللہ العزیز الحکیم

ذاتی تجربہ

اور بعد وصول مکہ معظمہ میں نے خود دیکھا کہ ایک ہندوستانی فقیر جو میری کشتی میں سوار تھا، مکہ میں آیا، حج میں ابھی ڈیڑھ ماہ باقی تھا وہ فقیر دو روز مکہ معظمہ میں رہا اور

بے صبری کرکے جدے کو لوٹ گیا ہر چند اس کو ملامت کی گئی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ــــ اُس نے کہا کہ مکہ میں نے دیکھ ہی لیا اور طواف بھی کرلیا اب میرا یہاں کیا کام رہ گیا؟ انھیں دنوں کشتیاں سورت کی طرف روانہ ہو رہی تھیں وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر چلتا بنا۔

مولانا خیر الدین محدث سورتیؒ کے صاحبزادے

محدث سورتی کے دو صاحبزادے ہیں بڑے صاحبزادے مولوی محمد صالح ہیں جن کا عرف قاضی میاں ہے، یہ "مجمع محاسنِ اخلاص و مکارم شیم" اور اپنے باپ کے خلف الصدق ہیں۔ علوم و فنون کی تحصیل کی ہے اور کتب علوم دینیہ پر عبور حاصل کیا ہے۔ اس سال کہ فقیر وارد سورت ہوا ہے انھوں نے ایک کشتی بنائی ہے جس کا نام سفینۃ الرسول ہے۔ وہ اسی میں سوار ہو کر سفرِ حج کے لئے روانہ ہوئے ــــ مولوی صاحب کی فرطِ شفقت و محبت اور خود صاحبزادے کی محبت و الفت باعث اس امر کا ہوا کہ آتے جاتے اسی سفینۃ الرسول پر سوار ہوا۔ اور اوّل سے آخر تک اُن کے ساتھ ساتھ رہا صاحبزادے کے اخلاص کا مظاہرہ ہر روز زیادہ ہی ہوتا رہا۔

دوسرے صاحبزادے کا نام نظام الدین ہے۔ یہ ابھی تحصیلِ علوم کر رہے ہیں اور صفات حمیدہ میں اپنے بڑے بھائی کے مشابہ ہیں۔

محدث سورتیؒ کی تصنیفات

مولوی صاحب کے چند رسالے آدابِ طریقت، تربیت سالکان اور اذکار و اشغال میں ہیں۔

مولانا غلام محمد اور مولانا ولی اللہ سورتیؒ

مولوی ولی اللہ در اصل احمد آباد گجرات کے رہنے والے ہیں ــــ ان کے والد مولانا مولوی غلام محمد تمام علوم میں ایک تبحر عالم اور مولانا نظام الدین لکھنوئیؒ (فرنگی محلی) کے شاگرد تھے ــــ مولانا غلام محمد نے عارف باللہ شیخ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ سے استفادۂ علم باطن کیا تھا۔ فن قرات میں یگانۂ عصر تھے۔ انھوں نے مراد آباد میں چند روز اقامت کی ہے بالآخر برہان پور میں آکر قیام پذیر ہوگئے تھے۔ آخر ایام زندگی تک اُن کے علوم ظاہر و باطن کے فیض سے خلق کثیر مستفیض ہوئی۔ اس کمالِ ظاہر و باطن اور رجوع خلق کے باوجود اپنا مشغلۂ قدیم جو کہ بافندگی (کپڑا بننا) تھا ترک

نہیں کیا، اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی گذر اوقات اسی پیشے سے کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
مولوی ولی اللہ بعد تکمیل تحصیل علم اپنے والد ماجد کے ساتھ دو مرتبہ سفر حرمین میں گئے اور مدینہ
منورہ میں شیخ ابوالحسن سے حدیث کی سند لی اور سورت میں آکر پائے ہمت کو دامن قناعت
میں لپیٹ کر یہیں کی سکونت اختیار کرلی، افادہ طلبا علم میں مشغول رہتے ہیں اور استقامت
و توکل کے ساتھ موصوف ہیں۔[1]

ایک عجیب واقعہ

مولوی ولی اللہ سے میں نے یہ واقعہ سنا کہ پٹن گجرات میں ایک شخص تھا محمود واسع
نام۔ وہ صالح اور کامل انسان تھا۔ صنعت پارچہ بافی اس کا پیشہ تھا
اور اسی سے اپنی گذر اوقات کرتا تھا اس شخص کی عادت تھی کہ جب آوازِ اذان کان میں آتی تو
فوراً کام چھوڑ دیتا تھا اور مسجد کی طرف چلا جاتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے کام میں مشغول
تھا اور صرف ایک تار نلی میں باقی رہ گیا تھا کہ آوازِ اذان کان میں آئی۔ اس نے سوچا کہ
ایک تار کو معطل نہ چھوڑوں چنانچہ اس کو نمٹا کر پھر کھڑا ہوا جب مسجد میں آیا اور وضو کے لئے
پانی حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ڈول بجائے پانی کے زرِ سرخ سے بھرا ہوا
نکلا۔ اس نے سمجھا کہ یہ میرا ادبار و عتاب ہوا ہے یعنی میں نے طلب دنیا میں نماز کی طرف
جھپٹنے میں تاخیر کردی اس لئے مجھے دنیا دی جا رہی ہے۔ فوراً استغفار کیا اور درگاہ الٰہی
میں عرض کیا کہ اے اللہ مجھے یہی بافندگی بہت ہے میں اور کچھ نہیں چاہتا آئندہ نماز میں تاخیر نہ کروں گا
اسکے بعد ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حسب معمول پانی سے بھرا ہوا برآمد ہوا۔

شیخ علی متقیؒ کی احتیاط

(مولانا) مولوی ولی اللہ نے یہ بھی سنایا کہ شیخ علی متقیؒ باب لقمہ میں
احتیاط بلیغ کرتے تھے اور اپنی کمائی کا نانِ خشک کھاتے تھے۔
اتفاقاً ان کا گذر گجرات میں ہوا اور شیخ وجیہ الدین گجراتی سے جو کہ خود متقی علماء میں سے تھے
ملاقات کے لئے گئے۔ شیخ وجیہ الدین اس وقت کھچڑی تناول فرمارہے تھے۔ انھوں نے
شیخ علی متقی کو کھانے پر بلایا، شیخ علی متقی سے ایک قسم کا انکار ظاہر ہوا اس پر شیخ وجیہ الدین نے

---

[1] مولانا ولی اللہ سورتیؒ نے ۱۲ جمادی الاولیٰ سنہ [illegible]ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۶)

فرمایا کہ "وجیہہ الدین کی کھچڑی تمھاری خشک روٹی سے (کسی طرح) کم نہیں ہوگی"۔ یہ سن کر شیخ علی متقیؒ نے کھچڑی کھانی شروع کر دی اور اس کھانے کی برکت سے اپنے باطن میں پہلے سے زیادہ نورانیت پائی۔ جب ایک مقدار کھا چکے تو شیخ وجیہہ الدین نے ازراہِ خوش مزاجی فرمایا" جناب بس کیجیے اسی قدر کھچڑی کھانا کافی ہے"۔

شیخ محمد طاہرؒ کی خدمت میں اکبر بادشاہ کی ایک حاضری

(مولانا) مولوی ولی اللہ نے ایک واقعہ یہ بھی سنایا کہ جب اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور پٹن میں شیخ محمد طاہرؒ سے ۔ جو کہ علوم ظاہر و باطن میں اکابر عہد سے تھے اور شیخ علی متقیؒ سے مرید تھے اور مجمع البحار وغیرہ کتابوں کے مصنف تھے ۔ ملاقات کے لئے آیا اور ان سے کہا کہ کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔ شیخ محمد طاہرؒ نے فرمایا کہ میری آرزو صرف یہ ہے کہ اگر میری اولاد میں سے کوئی تمھارے پاس یا تمھارے فرزندوں میں سے کسی کے پاس آئے تو اس کو دربار میں جگہ نہ دی جائے بلکہ نکال باہر کیا جائے ۔ پھر تھوڑے سے توقف کے بعد فرمایا کہ مگر اس کہنے سے کوئی فائدہ نہیں وہ دربار میں جائیں گے اور تم جگہ دو گے ۔ آخر ان کے پوتوں میں سے ایک شخص اورنگ زیب عالمگیرؒ کے پاس آئے اور شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوئے اور جاہ عظیم پایا۔[۱]

شیخ محمد سمانؒ

مولانا مولوی ولی اللہ نے ان خصوصیات کو بھی بیان کیا جو شیخ محمد سمان مدنیؒ سے ان کو تھیں ۔ شیخ محمد سمان مذکور قادری تھے ۔ مدینہ منورہ میں مسند افاضہ و افادہ پر فائز رہ کر طالبین کو فائدہ پہونچاتے تھے۔ ایک مدت تک سالکان طریقت ان کی طرف کوچ کر کے جاتے تھے ، چند سال ہوئے کہ وہ انتقال کر گئے ہیں رحمۃ اللہ علیہ وعلی سائر عباد اللہ الصالحین۔

بوہرہ قوم

بوہرہ ایک قوم ہے بڑی تعداد میں ۔ ان کی اصل صوبہ گجرات ہے۔

---

[۱] دراصل ان سے پہلے ان کے والد ماجد قاضی عبدالوہاب، عالمگیرؒ کی خدمت میں باریاب ہو کر مفتی عسکر پھر صدر قاضی ہوئے (یادِ ایام تاریخ گجرات مولفہ مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی مرحوم)

یہ سب کے سب تاجر اور اہل حرفہ ہیں۔ ان کا لقب بوہرہ غالباً اسی تجارت کے شغلے کی وجہ سے پڑا ہے اس لئے کہ ہندی میں بیوہار تجارت کو کہتے ہیں۔ بوہروں کے دو فرقے ہیں ایک شیعہ اسماعیلیہ (ان کے عقائد وغیرہ تفصیل سے بیان کئے ہیں جن کو بخوف طوالت حذف کیا جاتا ہے' فریدی) یہ فرقہ جماعت خورد کہلاتا ہے۔ اجین، سرونج وغیرہ میں یہ لوگ آباد ہیں۔

دوسرا اہل سنت وجماعت ہیں اس جماعت کو جماعت کلاں کہتے ہیں اور یہ لوگ پٹن گجرات اور احمد آباد میں ساکن ہیں اور ان ہی کی جماعت کثیر بندرگاہ سورت، جدہ اور حرمین شریفین میں تجارت وصنعت وحرفت میں مشغول ہے۔ یہ لوگ فضائل وغیرہ سے متصف ہیں اور ان کی رسوم وعادات بسبب ان اکابر علماء کی تاکید کے جو اس قوم میں گزرے ہیں، موافق سنت ہیں۔ شیخ محمد طاہر پٹنیؒ مذکور، سنی بوہروں میں سے تھے۔ سابق زمانے میں دونوں قسم کے بوہرے آپس میں خلط ملط تھے اور کوئی امتیازی خط درمیان میں نہیں تھا۔ شیخ محمد طاہرؒ نے پٹن میں اور سید محمد جعفرؒ نے (جو کہ عالم وبزرگ تھے) احمد آباد میں باشارۂ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں فرقوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اور اس سلسلے میں بڑی جدوجہد کی، یہاں تک کہ دونوں فرقے ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئے۔

بزبان مولوی ولی اللہ اس قوم کی عجیب عجیب حکایتیں سنی تھیں اور ان کی تصدیق محمد بن جمال الدین سے ہوئی جو اسی قوم کے ہیں اور سفر سمندر میں شریک کشتی بھی تھے۔ ان حکایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیخ محمد طاہرؒ کے وقت میں پٹن میں ایک درویش وارد ہوا، وہاں کے ساکنین میں سے کسی نے اسکے ساتھ کچھ بدسلوکی کی، اس درویش نے بددعا کی اور کہا خداوندا اس قوم کی روزی سفر میں مقدر کرنا۔ جب یہ خبر شیخ محمد طاہرؒ کو پہونچی اور انھوں نے جان لیا کہ دعائے درویش محل قبولیت تک پہونچ گئی ہوگی، تو انھوں نے دعا کی، خداوندا اس قوم کی روزی سفر حرمین میں مقدر کرنا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے' اس قوم میں یہ رواج ہے کہ تولد پسر کے بعد سے جس طرح دوسری قوم کے والدین تقریب ختنہ اور تقریب نکاح کی فکر میں رہتے ہیں یہ لوگ بچے کو حرمین شریفین پہونچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ بچہ بارہ تیرہ برس کا ہوا اور انھوں نے اسے پٹن سے مکہ معظمہ بھیجا۔ ہر سال ان کے چند بچے

حرمین جاتے ہیں اور وہاں پہونچ کر قوم کے بڑے آدمیوں میں سے کسی ایک کے پاس خواہ وہ اقربا میں سے ہو یا اجنبی ہو ـــــ بطور خدمت گزاری رہتے ہیں اور خدمتگاروں کی طرح اسکی خدمت بجالاتے ہیں ـــ اس زمانۂ خدمت گزاری میں زبان عربی اور تجارت کے معاملات سے واقف ہوجاتے ہیں۔ پھر اگر اس خادم بچے کا باپ غریب ہے، تو بچے میں آثار رُشد معائنہ کرنے کے بعد وہ مخدوم رئیس اپنے مال میں سے ایک رقم اس کو بطور قرض دیتاہے تاکہ وہ اس کو راس المال قرار دے کر خود تجارت کرے۔ وہ جتنے سال میں قرض کی ادائگی کا وعدہ کرتا ہے ادا کردیتا ہے اور اپنے منافع کو راس المال بنالیتا ہے ـــ اور اگر بچے کا باپ مالدار ہو تو وہ حسب استطاعت کچھ مال و زر اپنے پسر کو بھیجتا ہے اور وہ روپیہ مخدوم کے حوالے رہتا ہے اس کے منافع میں سے ½ مخدوم کو حق التعلیم کے طور پر ملتا ہے باقی بچے کا ہوتا ہے۔ خدمت مخدوم میں دوسرے بچوں کی طرح یہ مالدار کا لڑکا بھی مشغول رہتا ہے بعدازاں دس سال، بیس سال یا تیس سال کے اندر جب بھی پینچے سرمایہ بہم پہونچا لیتے ہیں گھر واپس آتے ہیں اور شادی کرتے ہیں پھر اگر چاہیں تو ہندوستان میں دوکان کریں، اور چاہیں تو عربستان جائیں وہاں تجارت کریں ـــــ اسی وجہ سے اس قوم میں کوئی بھی ایسا نہیں الا من شاء اللہ ـــ کہ اس نے مکرر حج نہ کیا ہو اور زبان عربی نہ جانتا ہو (اسکے بعد بوہروں کی دعوت طعام کا ذکر کیا ہے جو ہفتے میں یا عشرے میں ایک مرتبہ یکجائی ہوتی ہے اور سال بھر میں اس کا حساب ہوجاتا ہے۔ فریدی).

مولانا سید عبداللہ تجرد سورت میں ایک عالم متقی سید عبداللہ ہیں ان کا اصل وطن لاہور ہے انھوں نے برہان پور میں مولوی غلام محمد صاحب مذکور سے تحصیل و تکمیل کی ہے۔ حرمین شریفین کی زیارت کے بعد کچھ اوپر تیس سال سے سورت میں بطریق توکل مقیم اور افاضۂ علوم دینیہ میں مشغول ہیں۔ چند سال سے نابینا ہوگئے ہیں لیکن چونکہ تمام فنون میں متبحر عالم ہیں اس لئے اب بھی درس میں خلل نہیں آیا ہے۔ فن فارسی میں بہت قدرت رکھتے ہیں خود بھی عربی، فارسی زبان میں فکر سخن کرتے ہیں ـــ تجرد تخلص ہے۔ چند شعر دوسرے شعرا کے آپ کی زبان سے سُنے تھے (ان میں سے دو شعر یہ ہیں)

جاں طلب از ضعف نتواند رسید ما بزور ناتوانی زندہ ایم

۵ عقیق و لعل دگر، اشکِ لعل گوں دگر است
دگر دگر بود اے دلستان، جگر جگر است

مندرجۂ ذیل دو شعر آپ کے نتائجِ فکر سے ہیں۔

اززدسیم، تجرد مطلب جمعیت گل شد آشفتہ ازاں روز کہ زر پیدا کرد

جو تجھ میں لطف ہے سو تاک کو خبر نہیں خورشید کیا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں

سورت سے جانے کے بعد میں مولوی صاحب (سید عبداللہ تجرد) کی خدمت میں پہونچا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا اور ان کے فوائدِ صحبت سے مستفیض ہوا۔ فقیر کی مفارقت پر بہت کچھ اظہار ملال فرمایا۔

سورت میں مزارات ومقابر سورت میں سادات عیدروس کے مقابر ہیں ان حضرات کی اصل عدن یمن ہے ان کے اجداد میں اکابر اولیاء گزرے ہیں جن کے فضائل مشہور و معروف ہیں۔ ان کو سادات باعلوی[۱] بھی کہتے ہیں ابو علی کی طرف منسوب کر کے ـــــ عیدروسیوں کے طریقے کا خلاصہ، احیاء العلوم (غزالیؒ) پر عمل کرنا ہے اور اس کو بطور وظیفہ پڑھنا ـــــ یہ لوگ عدن سے احمد آباد گجرات آئے ہیں وہاں سے سورت۔ سورت میں اس خاندان کی تعظیم و توقیر تمام عوام و خواص کرتے ہیں۔ اسی وقت سید محمد بن سید عبداللہ بن سید زین العابدین ـــــ حسن اخلاق میں یادگارِ اسلاف ہیں۔

مزار خواجہ محمد دہدارؒ خواجہ محمد[۲] دہدارؒ، خواجہ دیوانہ کے معاصر تھے ۱۰۲۲ھ میں وفات ہوئی۔ خورد و بُرد (۱۰۲۲) تاریخ وفات ہے۔ نفحات الانس مولفہ مولانا جامی

---

[۱] دراصل باعلوی علوی کی طرف نسبتہ ہے۔ جیسا کہ باثقیہ محمد فقیہ کی طرف نسبت کر کے کہا جاتا ہے۔ سادات باعلوی، حسینی جعفری ہیں۔

[۲] مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے تربیت یافتہ تھے۔ تان سین زمیندار کا مرشد ان ہی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ (یادِ ایام تاریخ گجرات مولفہ حکیم سید عبدالحئی)

پر آپ کا حاشیہ ہے جو بہت سے حقائق و معارف پر مشتمل ہے۔ فقیر نے اس حاشیے کا کو مطالعہ کیا ہے۔۔۔ (مولانا) مولوی خیرالدین صاحب (محدث) فرماتے تھے کہ ان بزرگ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا۔ اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ جب مجھے قبر میں رکھیں تو موئے مقدس کو میری آنکھ میں رکھ دیں، چنانچہ وہ موئے مبارک ان کی آنکھ میں رکھ دیا گیا۔۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ ان بزرگ کے مزار کی زیارت کے لئے جاؤ، وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کا ایک جزو (موئے مبارک) دفن ہے"۔ جب احقر اُن کی قبر پر گیا تو انشراح قلب ہوا اور وہ حضوری ہو ثمرہ صحبت اہل اللہ ہے محسوس کی۔۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ناندیر میں قبر معلّم حسن

ناندیر (راندیر) میں بیرونِ شہر معلّم حسن کی قبر ہے وہ معلم بناسی کے نام سے مشہور ہیں، درحقیقت یہ فیناس (چاہ آب جہاز) کی تصحیف (بگاڑ) ہے۔ یہ بزرگ کاملین میں سے تھے ان کا واقعہ جیسا کہ ثقات سورت و ناندیر سے سنا گیا ہے یہ ہے۔۔ واللہ اعلم بصحتہا۔۔ کہ یہ ایک جہاز میں تھے کہ اتفاقاً فیناس میں پانی ختم ہوگیا لوگوں نے ان سے اس کا ذکر کیا انھوں نے فرمایا کہ سمندر کا کھاری پانی فیناس میں بھر کر اس کو مقفل کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا صبح کو معلم حسن کو فرشِ خواب پر مردہ پایا گیا۔ لوگوں کو فقدانِ آب نے تو سراسیمہ کر ہی دیا تھا موتِ معلم اسکے اوپر اور طرہ ہوگئی، ناگاہ معلم حسن کے سرہانے سے ایک رقعہ اُن کے قلم کا لکھا ہوا بایں مضمون پایا گیا۔ میری اجل موعود قریب ہو چکی ہے تم لوگ فیناس سے پانی حاصل کرو اور مجھ کو صندوق میں رکھ کر سمندر میں ڈال دینا اور صندوق کے پیچھے پیچھے جہاز چلانا جہاں صندوق پانی میں ڈوبے وہیں لنگر کرلینا۔۔ ادھر فیناس کو کھولا تو اس میں میٹھا پانی پایا۔ معلم حسن کو بعد تجہیز و تکفین و نماز، صندوق میں رکھ کر پانی میں ڈال دیا۔۔ رات کو ایک فانوس صندوق پر رکھتے تھے اور اسکی روشنی میں چلتے تھے بعد چند دن کے صندوق پانی میں نیچے کو چلا گیا۔ اس جگہ لنگر کیا گیا، جب دیکھا تو وہ جگہ بارہ تا دیر۔۔ تھی۔۔ جہاز سے چھوٹی کشتی میں سوار ہوکر نادیر آئے۔ نادیر پہنچنے سے پہلے صندوق گھاٹ کنارے پر ظاہر ہوگیا تھا وہاں سے نکال کر معلم حسن کو دفن کیا گیا۔۔

میں ان کی زیارت پر بھی گیا ان کی قبر کی لوح پر یہ مرقوم تھا۔ "توفی فی سنۃ احد وعشرین وسبعمأتہ۔ (۷۲۱ھ)

سورت کے کچھ اور حالات

سمندر، سورت سے بارہ کوس ہے اور اس جگہ کو بارہ کہتے ہیں دریائے تاپتی برہان پور کے متصل پہاڑوں سے نکلا ہے، اور سورت کے نیچے سے ہوتا ہوا سمندر میں گر جاتا ہے ـــــ بڑے بڑے جہاز بارہ پر رہتے ہیں سورت تک نہیں آسکتے مگر موسم برسات میں جب کہ امواج سمندر طوفان خیز ہو جاتی ہیں، اور شدت تلاطم سے لنگر ٹوٹ جاتے ہیں ـــ جہازوں کو تاپتی کے اندر داخل کر کے متصل شہر لاتے ہیں تاکہ صدمات امواج سے محفوظ رہیں ـــ ایک دو سفر کے بعد جب کہ جہازوں کے بیرونی حصے پر رنگ و روغن کرنا ہوتا ہے تو اس وقت بھی جہازوں کو نزدیک شہر لا کر خشکی پر لاتے ہیں۔ نئے جہاز بھی تاپتی کے کنارے تیار ہوتے ہیں جب تیار ہو جاتے ہیں تو مد آب کے وقت دریائے تاپتی میں ڈال دیتے ہیں ـــ یہ جہازوں کا دریا سے خشکی میں اور خشکی سے دریا میں لانا ایسا عجیب پُر صنعت کام ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ـــ ان ایام میں جب کہ فقیر سورت میں وارد ہوا ہے دو نئے جہاز تیار ہوئے ہیں، ان کا سمندر میں پہونچانا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور عجائب قدرت حق کا معائنہ کیا۔

(دریا کے ذریعے) سورت میں رات دن میں دو بار سمندر کا مد آتا ہے اور بالائے شہر تک پہونچتا ہے۔ اور دریا کا پانی میٹھا رہتا ہے ـــ مگر موسم گرما میں دو ماہ جب کہ آب تاپتی کم ہوتا ہے اور آب شور کا غلبہ ہو جاتا ہے ـــ اس زمانے میں لامحالہ آب شور ہی شہر تک پہونچتا ہے دو ماہ تک دریا کا پانی کھاری ہوتا ہے مردم شہران دنوں آب دریا کا پینا موقوف کر دیتے ہیں، اور میٹھے کنوؤں کا پانی (جو کہ بیرون شہر ہیں) استعمال کرتے ہیں ـــ بلکہ زیادہ تر آب باراں کا استعمال کرتے ہیں ـــ بڑی بڑی مسجدوں میں اور اغنیاء کے گھروں میں زیر زمیں سرپوش حوضیں ہوتی ہیں اور اس کو تانکہ کہتے ہیں ـــ آب باراں، موسم برسات میں چھتوں سے (نلوں کے ذریعے) ان برکوں (حوضوں) میں جمع ہو جاتا ہے اور اہل شہر کو تمام سال کفایت کرتا ہے ـــ مگر بعض برکے دوسری برسات آنے سے پہلے ہی خالی ہو جاتے ہیں۔

مساجد میں اور گھروں میں ٹائکہ بنانے کی یہ رسم تمام صوبۂ گجرات کے امصار و بلاد میں رائج ہے۔

سورت کی عمارتیں شہر سورت کی عمارات (زیادہ تر) چار منزلی ہوتی ہیں اور بود و باش اکثر بالائی طبقات میں ہوتی ہے نیچے کے طبقے میں سامان رکھتے ہیں۔ بالاخانے بہت ہی خوشنما اور پُر زینت بناتے ہیں۔ عمارتوں کا دار و مدار چوب ساج پر ہے جس کو ساگون کہتے ہیں۔ چھوٹی بڑی کشتیاں بھی چوب ساج ہی سے بنائی جاتی ہیں۔ اس لکڑی میں یہ خاصیت ہے کہ پانی اور دیمک کے ضرر سے محفوظ رہتی ہے۔

فن جہاز رانی فقیر نے اس فن کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور اس فن کے جزئیات اس سفر میں شیخ محمود معلم سے سیکھے اور شیخ محمود نے علم حساب مجھ سے سیکھا ہے۔ درحقیقت علم جہاز رانی متممات نعم الٰہی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں تسخیر بحر اور جریان کشتی کا احسان بندوں پر ظاہر فرمایا ہے۔ اگر وہ اس علم کا الہام نہ فرماتا تو لوگوں کو سفر سمندر ممکن نہ تھا۔ فرماتا ہے:۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ الآیہ[1]۔ نیز فرماتا ہے:۔ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ۔ الآیہ[2] ۔۔۔۔ اس علم کی بنا محض اس ظن و تخمین پر ہے جو کثرت تجربہ سے مرتبۂ یقین پہونچ گیا ہو۔ ہر چند کہ بادی النظر میں یہ علم مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر کوئی شخص چند بار سفر سمندر کرے اور فن ہیئت و حساب سے واقف ہو تو اس علم کو بخوبی جان سکتا ہے۔ اس کی مثال فقیر کے زعم میں بارہا خشکی میں سامنے آئی ہے کہ ایک ریگستانی زمین ہے یا لق و دق جنگل درپیش ہے اور نشان راہ کچھ نہیں ہے نہ کوئی جادہ ہے۔ مسافر اس جگہ حیران و سراسیمہ ہو جاتا ہے ناگاہ ایک تجربہ کار آدمی جو بارہا اس راستے سے گزر چکا ہے، پہونچتا ہے اور بلا تامل سیدھا ایک طرف کو چلتا ہے اور

---

[1] اللہ وہ ہے جس نے تمہارے فائدے کے لئے ستارے بنائے تاکہ اُن کے ذریعے ظلمات بر و بحر میں راستہ پاؤ۔

[2] اور اللہ کی نشانیوں میں کشتیاں بھی ہیں، سمندر میں پہاڑوں کی طرح۔

منزلِ مقصود پر پہونچا دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرنگیوں کی فنِ جہاز رانی میں مہارت

(اس زمانے میں) جہاز رانی درحقیقت فرنگیوں کا کام ہے۔ ہوا کتنی ہی تیز چلے وہ بادبانوں کو کھول دیتے ہیں اور جہازوں کو تیز چلاتے ہیں۔ وہ بالکل اس چابک سوار کی مانند ہیں جو سرکش گھوڑے پر بے خوف وخطر سوار ہوجاتا ہے۔ ان فرنگیوں کی اس بارے میں جو حکایتیں سُنی جاتی ہیں اُن سے تعجب ہوتا ہے اور مبالغے پر محمول کی جاتی ہیں۔ ایک ہمارے ہندوستان کے ملاح ہیں کہ وہ علم جہاز رانی میں کیسے ہی بے بدل ہوں لیکن تیز ہوا چلنے پر ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور بادبانوں کو کم کر دیتے ہیں۔

سورت سے روانگی

۸ جمادی الثانیہ بروز پنجشنبہ ___ سورت سے نکل کر سفینۃ الرسول نامی کشتی پر سوار ہوئے ___ ۱۲ کو لنگر اٹھایا گیا ___ ۱۶ کو لنگر گاہ سے نکلے ___ ہماری کشتی دوسری کشتیوں کے مقابلے میں چھوٹی تھی اس میں ۲۱۶ آدمی سوار تھے ___ مولوی صاحب (مولانا خیر الدین محدث) فرماتے تھے کہ دوسرے سفرِ حج میں بوقتِ مراجعت ہم جس کشتی میں سوار ہوئے تھے وہ اتنی بڑی تھی کہ اس میں گیارہ سو آدمی، چالیس گھوڑے سوار تھے اور ایک لاکھ من بوجھ لدا ہوا تھا۔

مچھلیاں

بعد چند روز کے ایک آبنوس مچھلی شکار کی گئی اس کا نیلام ہوا ___ آبنوس رہو کلاں کی مانند ہوتی ہے خوش رنگ اور خوش ذائقہ ___ مچھلیوں کی بہت سی قسمیں ہیں ایک مچھلی سقوطرہ کے قریب نظر آئی جو قامت وجثہ میں گائے کے بچے کے برابر تھی۔ بڑے بڑے جسم والی مچھلیوں کے قصے سنا کرتا تھا وہ مچھلیاں مجھے نظر نہ آئیں تو معلم سے دریافت کیا انھوں نے کہا کہ اس سمندر میں بڑی مچھلیاں کم نظر آتی ہیں، دریائے چین میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر ہاتھ کی مچھلیاں ہوتی ہیں ___ ایک ساتھی نے جو ہماری کشتی میں تھا اور اس نے بہت سے سمندری سفر کئے تھے مجھ سے کہا کہ میں نے ہاتھی کے جسم کے برابر مچھلیاں اس سمندر میں دیکھی ہیں۔

سقوطرہ

۱۰ رجب ___ دوشنبہ ___ جزیرہ سقوطرہ نمودار ہوا ___ سقوطرہ میں آبادی ہے، جب اہلِ کشتی کو پانی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے وہاں جا کر آبِ شیریں لے لیتے ہیں

اور کبھی اہل سقوطرہ بھی کشتی پر سوار ہو کر مرکب کے قریب پانی لے کر آجاتے ہیں۔

۱۱ رجب کو جزیرہ ہائے شامی صبح کے وقت ظاہر ہوئے۔

۱۳ رجب کو دو بڑی پہاڑیاں ابوالجوزا نام کی نمایاں ہوئیں۔

ان ایام میں چند روز ہوا کم چلی اس لئے بیشتر اوقات کشتی کھڑی رہی لوگ اس حال کو دیکھ کر اور قلت آب کی وجہ سے بیتاب و مضطرب رہے۔ ایک روپے کے آٹھ آبخورے پانی خریدتے تھے۔ اس وقت فقیر کے دل میں گزرا کہ کھنگر[1] طعام کے لئے تو وعید آئی ہے۔ محتکر آب کا حال خدا جانے کیا ہوگا؟۔

۱۴ رجب کو بادِ مراد چلی ــــ ۱۵ رکو ہوا پھر ساکن ہو گئی اور یک روزہ راہ پانچ دن میں طے ہوئی ــــ ۱۹ رجب کو سہ پہر کے وقت برابر جبل کا کی پہونچ کر متوجہ عدن ہوئے۔ عدن، کا کی سے قریب ہے، لیکن سستی ہوا کی وجہ سے تھوڑی سی مسافت چار روز میں قطع ہوئی ــــ (بالآخر) ۲۳ رجب بروز شنبہ دوپہر کو کوہ عدن نمودار ہوا۔

عدن

عدن بلاد یمن میں مشہور شہر ہے اور سادات عیدروس کی اصل جگہ ہے اور اُن کے قدیم مشائخ کے مزارات یہیں ہیں ــــ بوقت شب مُخّا کی طرف متوجہ ہوئے جو عدن سے ایک سو بیس کوس ہے ــــ چونکہ ہوا موافق تھی اس لئے ۲۴ رجب کو دوپہر کے وقت باب المندب پہونچے۔ یہ ایک پہاڑی ہے اندرون سمندر ــــ یہاں سے مُخّا چھبیس کوس ہے ــــ باب المندب کے شمال میں تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑی سلسلہ ساحل یمن سے متعلق ہے اس کو باب صغیر کہتے ہیں اور سمتِ جنوب میں دور تک ساحل حبش ہے اس کو باب کبیر کہتے ہیں۔ عوام دونوں کو باب سکندر کہتے ہیں حالانکہ یہ شہرت غلط ہے باب سکندر نواحی روم میں ہے۔ چونکہ اس مقام میں پانی کی گہرائی کم ہے اور پانی کے نیچے پتھر ہیں جن سے کشتی کو مستقل خطرہ رہتا ہے اسلئے معلم اس جگہ سے گذرتے وقت بہت احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور خیال رکھتے ہیں کہ مقررہ گذرگاہ سے کشتی دائیں بائیں کو تھوڑی سی منحرف نہ ہونے پائے ــــ اللہ کا شکر ہے کہ باب صغیر سے سلامتی

---

[1] ذخیرہ اندوز۔

کے ساتھ گزر گئے اور شام کے وقت مخا سے بارہ کوس کے فاصلے پر لنگر کیا۔ صبح کو روانہ ہو کر وقت شام بندرگاہِ مخا پر کشتی نے لنگر کیا۔ مخا سے جدہ چھ سو کوس ہے کل مسافت سورت سے جدہ تک دو ہزار چار سو کوس ہے۔

ملاحوں کے کرتب

عجائب سفرِ سمندر میں سے ملاحوں کا حال بھی ہے کہ وہ اسطرح کا کام انجام دیتے ہیں کہ ایک نٹ بھی اس طرح انجام نہ دے سکے۔ جس وقت بھی معلم کہتا ہے اگرچہ شب تاریک ہو، رسیوں کے ذریعے بالائے چوبِ کشتی ــ جس کا ارتفاع بہت ہے ــ چڑھ جاتے ہیں۔ وہ کبھی بادبان کھولتے ہیں کبھی طے کرتے ہیں۔ اور بہت سے کام پھرتیلے پن سے اس طرح کرتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر کام میں خصوصاً لنگر کے اٹھاتے وقت اپنے محاورے اور لہجے میں کچھ الفاظ بولتے ہیں جو زیادہ تر عربی فقرے ہوتے ہیں۔ نعت و درود پر مشتمل ــــ ہر چند وہ کلمات ان کی زبان پر تصحیف پا گئے ہیں اور ان میں سے اکثر مہمل ہو گئے ہیں، لیکن نعت سے متعلق ہوتے ہیں اور لہجہ ایسا ہوتا ہے کہ دل میں درد پیدا ہوتا ہے۔

بحری سفر کے مصائب

محنت و تعب اگرچہ سفرِ خشکی میں بھی کم نہیں ہے لیکن یہ سفرِ خشکی بار بار ہوتا ہے اس لئے اسکی مشقت برداشت ہو جاتی ہے۔ سفرِ دریا میں تنگیٔ جا۔ جوع و عطش کی تکالیف اور خوفِ غرق یہ سب کچھ ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں ناز و نعمت میں پلے ہوئے لوگوں کو ــ جو کہ قوتِ شکیبائی نہیں رکھتے اور گھبراہٹ جن کی طبیعت پر غالب ہے۔ تنگدل کر دیتی ہیں ــــ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ باتیں ہر بار اور ہر شخص پر گذریں۔ علاوہ ازیں ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر جو کچھ گذرتا ہے اس کو مطابق واقعہ بیان کر دیتا ہے دوسرا شخص مبالغے کے ساتھ اصل واقعہ پر اضافے کر کے بیان کرتا ہے۔ سب سے بڑی مشقت سفرِ بحری میں یہ ہے کہ کشتی کی روانی ہوا پر موقوف ہے اور ہوا پر سوائے خدا کے کسی کو اختیار نہیں ہے۔

ؔ قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد   و گر ناخدا جامہ بر تن درد

اس موقع پر آدمی کو اپنی عاجزی و بیچارگی اور قدرتِ قادرِ حقیقی جلّ جلالہ واضح

ہوجاتی ہے۔ اور یقین سے جان لیتا ہے کہ فاعل و موثر حقیقی بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں کئی جگہ تسخیر کشتی کا بندوں پر احسان جتایا ہے فرماتا ہے۔ رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ[1] ——— (بنی اسرائیل)

مگر حقیقت تو یہ ہے کہ بہ قصد زیارت حرمین شریفین جو مصیبت بھی جھیلی جائے گی، موجب اجر عظیم ہوگی ——— مولوی صاحب (مولانا خیر الدین سورتی) فرماتے تھے کہ ہر چند اس سفر میں مصیبت ہو لیکن اس مصرع کا مضمون اس راہ پر صادق ہے۔

ع:- یک قدم برنفس خود نہ یک قدم در کوئے دوست

حدیث شریف میں آیا ہے حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ ——— (جنت خلاف طبیعت امور اور مشقتوں سے ڈھانپ دی گئی ہو ——— فقیر کے نزدیک دو قسم کے آدمی لذت سفر حرمین پاتے ہیں۔ بشرطیکہ جاذبۂ شوق نے سفر پر آمادہ کیا ہو۔

(۱) صاحب استطاعت جو کہ بقدر ضرورت سامان رکھتا ہو۔

(۲) فقیر صابر جو کہ ہر حال میں تقدیر ازلی پر نظر رکھتا ہو، اور جب کھانے پینے کو نہ ہو تو صبر اس کو اپنی جگہ پر قائم رکھے ——— اور جو شخص کہ ان دو حال سے خالی ہو اور اس کو محض گردش آب و دانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہی ہو یا اس کی نیت میں ریا و سمعہ (دکھاوے، سناوے) کا شائبہ ہو تو دیکھا گیا ہے کہ ایسے شخص سے سختی کی وجہ سے گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر ہو جاتی ہے اور ایک طاعت کا ارادہ اس کے لئے بہت سی معاصی کا باعث بن جاتا ہے ——— اعاذنا اللہ تعالیٰ مما لا یرضاہ۔

---

[1] تمہارا پروردگار وہ ہے جو رواں کرتا ہے تمہارے لئے کشتیوں کو تاکہ تم سمندر میں طلب معیشت کرو اس کے فضل سے۔ بیشک وہ تم پر مہربان ہے اور جب تم کو سمندر میں سختی پہونچی ہے تو جن کو تم پہلے پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں۔ مگر خدا۔ یعنی ایسے وقت میں تم سوائے خدا تمام معبودان باطل کو بھول جاتے ہو۔

اس سفر میں اپنا حال

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی محمد رسول اللہ وآلہٖ واصحابہ ــــــــ یہ فقیر اس سفر میں انواع نعمت و احسانِ حضرتِ باری سے مالامال رہے ـــ مجھے کچھ بھی مصیبت نہیں پہونچی ـــ تمام اوقات و احوال میں عافیت و رفاہیت کے ساتھ رہا اور راحت سے وقت گذرا مگر ایک دن جب کہ کشتی سوطرہ سے گزر رہی تھی تشنگی کی تکلیف محسوس ہوئی ۔ نماز ظہر میں تھا کہ حالِ امام المسلمین حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما جو کربلا میں ہوا تھا یاد آیا، فوراً میرے دل کو تسلّی ہوئی اور پیاس سے تسکین پائی ۔ پھر اس کیفیت نے کبھی عود نہیں کیا ۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

جس وقت امتدادِ مدت کا اندیشہ اور خوفِ فوتِ موسم حج آتشِ شوق کو تیز تر کرتا ہے تو سوائے تفویض و رضا کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا ۔ یہ شعر ہمارے کس قدر مناسبِ حال ہے ۔

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم
کہ نو پر دا زم و شاخے بلندے آشیاں دارم

ہم اس کے حکم پر راضی رہیں اسی میں ہماری راحت ہے ۔ جو اس کی عادت ڈال لے گا اس کا دل راحت میں رہے گا اور جو شخص راضی برضا نہ ہوگا وہ وردِ قضا سے رنجیدہ ہوگا ۔

رُباعی

اے در خمِ چوگانِ قضا ہمچو گو ــــ چپ بخور در است بر و ہیچ مگو
آنکس کہ ترا فگندہ اندر تگ و پو ــــ او داند و او داند و او داند و او

جذبۂ رضا و تسلیم ، طریقت میں اصلِ قوی ہے جس کسی کو یہ دولت عطا کر دیں جان لو کہ اسے دو جہان کی راحت و خوشی عطا کر دی ــــ جو اندوہ و غم جہاں میں کسی کو پہونچا ہو (یعنی غم و اندوہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے) سمجھو کہ رضا و تسلیم کے نہونے کی وجہ سے ہے ۔

رفیق ناموافق

اس سفر کی اذیتوں میں سے ایک رفیق ناموافق بھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فقیر کو اس مسافرت میں یاران و مصاحبان موافق کی

مصاحبت میسر ہوئی ــــــ

اصل بات یہ ہے کہ دنیاوی اسفار میں تو منافع دنیوی کے حصول کے لئے ایک دوسرے کی رعایت کرتے ہیں کسی کی زیادتی دیکھتے ہیں تو اس پر صبر کرتے ہیں لیکن اس سفر میں چونکہ یہ توقعات (منافع دنیوی) نہیں ہوتیں اس لئے ساتھی کی ذراسی تقصیر سے جو اس سے واقع ہو جائے بلکہ بغیر تقصیر ہی کے ــ کسی خارجی اذیت سے متاثر ہو کر ـ شکایت سے آگے بڑھ کر قطع تعلق تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نااتفاقی اور بداخلاقی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

کتب اخلاق میں لکھا ہے کہ حسن اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے ساتھ بدی کرے تو اس کا نیکی سے بدلہ دے۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو تحمل و بردباری کو اپنا شعار بنائے کبھی ایسا نہ کرے کہ منھ در منھ ملامت کے لئے زبان کھولے یا پیٹھ پیچھے شکایت کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ــ ایک حکیم سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کو کس طرح جانا جا سکتا ہے کہ وہ بد خلق ہے اس نے کہا کہ جب وہ ایسے شخص کی شکایت کرے جس نے اس کے ساتھ برائی کی ہو ــــ

ے زخوش معاملگی شمع در دہانِ خودم　　　رسد بغیر زمن سود و در زیانِ خودم

(حکیم)

کچھ لوگ کشتی سے اُتر گئے

ایک سو سے زیادہ آدمی مُخا و حدیدہ میں قلتِ آب سے تنگ آکر اُتر گئے اور کم و بیش ایک سو آدمی مع کارکنان کشتی باقی رہے ــــ

مُخّا

۲۶ رجب کو سیر و زیارت مُخا کے لئے گئے ــــــ اور دکالۃ المدینہ نامی رباط میں اُترے ـ اس رباط کے بانی نے اس کے کرایہ کو وقفِ مدینہ منورہ کر دیا ہے۔ مُخا یمن کے بندرگاہوں میں مشہور اور بڑا بندرگاہ ہے ــ یہ ایک مختصر سا شہر ہے، اسکی عمارتیں سہ منزلہ اور چہار منزلہ ہیں ـ ایک حصار رکھتا ہے۔ یہاں کے مشہور مزارات یہ ہیں (۱) مزار شیخ صندل، اندرون شہر (۲) مزار شیخ جوہر، بیرون شہر نخلستان میں

مگر ان دونوں بزرگوں کا کچھ حال نہ معلوم ہو سکا۔

یہاں کا بادشاہ سید حسنی ہے شرفائے مکّہ کے بنی اعمام سے ہے۔ اس کو امام کہتے اور امیر المومنین کے ساتھ لقب کرتے ہیں۔ امام حال کے سکّے میں یہ لفظ ہیں امیر المومنین المنصور باللہ۔

زیدیہ بادشاہ اور اکثر عوام و رعایائے یمن، مذہب زیدیہ رکھتے ہیں اور اکثر ساکنین امصار و بنادر شافعی ہیں اور مردم سندھ جو کہ اس ملک میں توطن اختیار کئے ہوئے ہیں حنفی ہیں اور امام مسجد، شافعی ہے۔ بادشاہ اور تمام زیدی، شافعی اور حنفی اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ زیدیوں کے بعض مسائل مجملاً تو پہلے سے معلوم تھے۔ یہاں اتنا ٹھہرنا نہ ہوا کہ کسی عالم سے تفصیل معلوم کر لی جاتی۔

یہاں عوام تو عوام، خواص بھی عُریاں ہو کر غسل کرتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے۔

مخا سے روانگی ۲۰ رجب۔ کشتی میں واپس آئے۔ مخا سے جدہ تک دو سمندری راستے ہیں، ایک بحرِ کبیر یعنی وسط بحرِ یمن سے جو بہت گہرا ہے۔ اگر باد مراد چلے تو سات آٹھ دن میں منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور باد مخالف ہو تو کشتی اُلٹے پاؤں واپس جاتی ہے۔ دوسرا راستہ بحرِ صغیر ہے۔ متصل ساحل یمن، اس کا پانی اس قدر عمیق نہیں ہے، اس راستے میں زیرِ آب پتھر ہیں اور جہاز کو ان سے ہر وقت خطرہ ہے، اگر ہوا موافق ہو تو پندرہ سولہ دن میں جدہ پہونچتے ہیں۔ مگر کشتی کے رجوع کرنے کا خوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ دن کو چلتے ہیں اور شام کو منازلِ معینہ میں کہ اُن کو مرسیٰ کہتے ہیں لنگر کر لیتے ہیں، اگر ہوا مخالف ہو تو ٹھہر جاتے ہیں اور اگر پانی کی ضرورت ہو تو ان قریوں سے جو کنارے پر ہیں پانی لے لیتے ہیں۔ یہی ہو سکتا ہے کہ ساحل پر اُتر کر خشکی کے راستے چلیں، مگر اس میں مسافت اور رنج راہ بہت ہے۔ لہذا مخصوص اوقات میں بحرِ صغیر میں سفر کرتے ہیں۔ اس راستے میں معلّمانِ ہندوستان جہاز نہیں چلا سکتے اس لئے کہ وہ سنگہائے زیرِ آب اور مواضع خطرے واقف نہیں ہوتے، مخا یا حدیدہ سے معلّم بحر کو ہمراہ لیتے ہیں تاکہ وہ جدہ تک پہونچائے۔

۲۹ رجب، بروز جمعہ، بوقت شام۔ مخا سے لنگر اُٹھا لیا گیا اور براہ بحرِ صغیر روانہ ہوئے۔

جبلِ ذکر

جبلِ ذکر کے قریب بادِ مخالف اس طرح چلی کہ ایک قدم آگے بڑھنا دشوار ہوا اور میٹھا پانی اس حد تک کیاب ہوا کہ رات دن میں ایک دو گھونٹ پر اکتفا کی جاتی تھی۔ یہی حال غذا کی کمیابی کا تھا ــــ بالآخر زندگی سے ناامیدی ظاہر ہوئی اور چہرۂ مرگ نمودار ہوا بہت سوں نے بے صبری کی بنا پر آب شور پینا شروع کیا اور اذیت جھیلی ــ کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر جبلِ ذکر کے قریب بادِ ناموافق کی وجہ سے کشتیوں کو ٹھہرنا ہی پڑتا ہے اور یہ حال موجبِ ذکر و دعا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس پہاڑ کا نام جبلِ ذکر پڑ گیا ہے۔ اس حال میں سب چھوٹوں بڑوں نے اللہ تعالےٰ سے التجا کی اور جناب رحمۃ للعالمین کا توسل کیا ــــ خدا خدا کر کے بادِ مراد چلی اور اس مہلکہ سے نجات پائی۔ جو چھوٹی کشتی حدیدہ گئی تھی وہ واپس آئی اور ساحل سے پانی لے آئے پیاسے سیراب ہوگئے۔

حدیدہ

روز جمعہ ۱۲ر شعبان ــــ حدیدہ پہونچ گئے ــــ حدیدہ یمن کی بندرگاہوں میں سے ایک بندرگاہ ہے ــــ الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ ــ

۲۳ر شعبان کو یہاں سے روانہ ہوئے ــــ اگرچہ موسم سفرِ سمندر ختم ہوگیا ہے، ایام برسات نزدیک آگئے ہیں ہوا بہت مخالف ہے اور کشتی کی رفتار بھی سست ہے، لیکن ہمیں اللہ تعالےٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ہم کو حج بیت الحرام اور زیارت روضۂ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نصیب کرا کے ہم پر فضل فرمائے گا۔

ایک ساحلی قریہ

بروز چہارشنبہ ــــ ۲۶ر شعبان کو جس جگہ لنگر ہوا تھا ساحل پر ایک قریہ تھا فقیر وہاں گیا تھا وہاں چند گھر خس پوش دیکھے کہ ان کی دیواریں لکڑی کی اور چھتیں پھوس کی تھیں ــــ زراعت نہیں تھی بس چند درخت کھجور کے اور کچھ ایک قسم کے جبر کے درخت پائے گئے جن کے پتوں سے بوریے بن لیتے ہیں ــــ ان لوگوں کی اور دیگر ان لوگوں کی جو ساحلی قریوں میں رہتے ہیں، اکثر غذا مچھلی ہے ــــ اناج دوسری جگہ سے لاتے ہیں ــــ ان لوگوں کا حبِ وطن ان مقامات پر سکونت کا سبب بنا ہوا ہے ــــ اس قریے میں عیسیٰ بن احمد زیلعیؒ کا مزار ہے اس کی زیارت کی گئی۔ لوگوں نے ان کے بہت سے

مناقب بیان کئے۔

کامران

جمعہ ۲۰ شعبان — کامران پہونچے۔ یہ ایک جزیرہ ہے اندرون سمندر — ساحل یمن سے تھوڑے فاصلے پر حدیدہ ولحیہ کے آدھم پر — پہلے کامران بندرگاہ تھا، اب ویران ہوگیا اور لحیہ بندرگاہ قرار پاگیا — یہاں ایک قلعہ ہے بہت مختصر اس میں حاکم لحیہ کا تھانیدار رہتا ہے اور قلعہ سے بہت دور آبادی ہے۔ یہاں اب چند خس پوش مکانات رہ گئے ہیں۔ ایک بڑی مسجد بھی ہے جو انہدام کی طرف مائل ہے — آبادی سے باہر جنگل میں آب شیریں کے کنوئیں ہیں۔ اہل مراکب یہیں سے پانی لیتے ہیں تاکہ سفر جدہ میں لوٹتے وقت تک کام آئے۔ اس جگہ نہ زراعت ہے، نہ مویشی، نہ گھاس — گذر اوقات کا ذریعہ میٹھے پانی کی اجرت ہے۔ جس کو جنگل سے لاکر جہازوں اور کشتیوں میں پہونچاتے ہیں۔ یہاں کے باشندے وقت ضرورت سوار کشتی ہوکر اناج اور دیگر ضروریات یمن سے لاتے ہیں۔ یہاں ایک قسم کا نمک ہوتا ہے جس کو ملح کامرانی کہتے ہیں۔ اسکی کان مقابل کامران ایک ساحل پر ہے۔ یہ نمک اہل کشتی کو اناج کے تبادلے میں دیتے ہیں — صبح کے وقت بقصد غسل نیز پانی لینے اور کپڑے دھونے کے لئے اس بستی میں جانا ہوا — ان لوگوں کی معیشت کا حال دیکھ کر دل میں دکھ پیدا ہوا، اور اللہ کا یہ احسان یاد آیا کہ اس نے ہمارے شہروں میں طرح طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دئیے ہیں۔ میں نے یہاں کے ایک شخص سے کہا کہ تم اپنی زندگی کس طرح بسر کرتے ہو؟ تو اس نے عربی میں جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے — کہ کیا یہ میٹھا پانی اور مچھلیاں اور کچھ کھجوریں اللہ کی طرف سے ہمارے لئے نعمت نہیں؟ — میرے دل میں یہ گزرا کہ دیکھو لطیف خبیر و رزاق قدیر نے اس دریائے شور میں اپنے بندوں کے لئے آب شیریں پیدا کر دیا تاکہ جہاز والے یہاں سے میٹھا پانی حاصل کریں، پھر ایک جماعت کو یہاں لاکر ٹھہرا دیا تاکہ وہ لوگ پانی لاکر اہل جہاز کو دیں — اس تدبیر سے فریقین کی حاجت کو پورا کیا ہے — اس جزیرے کے قریب مروارید برآمد ہوتا ہے لیکن مروارید بصرہ زیادہ اچھا ہوتا ہے — یوں بیان کرتے ہیں کہ گرمیوں کے چار مہینے موتی نکالنے کا زمانہ ہے۔

فقیر کو یہ جگہ (کامران) بہت پسند آئی، ایسے شخص کے رہنے کے لئے جو کہ

ع: بس جان بلب آمد کہ بروکس نگریست

کا مصداق ہو — اس سے بہتر گوشۂ تنہائی نہ ہوگا — لیکن ہماری منزلِ مقصود تو آگے ہے۔

جزائر

اس سمندر میں چھوٹے بڑے ویران جزیرے دائیں بائیں بہت سے نمودار ہوئے — کہتے ہیں کہ محاذے جدہ تک تین سو سے کچھ اوپر جزیرے ہیں۔

بعضے جزیرے پہلے نہیں تھے، چند سال سے ظاہر ہوئے ہیں۔ بعضے بڑے تھے اب چھوٹے ہو گئے
میں نے ایک دن معلم سے احوالِ جزائر کو دریافت کیا، اس نے کہا کہ جزیرے شمار سے باہر ہیں
بحرِ ہند و بحرِ عرب کے دو بڑے جزیروں کا ذکر کرنے کے بعد اس نے جزائر جاوہ کا ذکر بھی کیا
جزائر جاوہ کے باشندے سب شافعی المسلک مسلمان ہیں، وہ حجاج کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔
ان جزائر میں چند مستقل حاکم حکومت کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ سب دیندار اور شجاعت
میں بے مثل ہیں، چار پانچ جاوی جو بقصدِ حج آئے ہیں، اس کشتی میں بھی سوار ہیں —
ان کی زبان بالکل سمجھ میں نہیں آتی، البتہ ان کے ایک آدمی سے کہ وہ کچھ عربی زبان
سے واقف ہے اس ملک جاوا کے کچھ حالات معلوم ہوئے۔

شاہ احمد اللہ جو کہ مخدوم زادگانِ امیٹھی میں سے ہیں، انھوں نے شروع میں عزت جاہ
کے ساتھ ضلع لکھنؤ، مرادآباد اور دکن میں اوقات بسر کئے، تیس سال سے زائد ہو گئے کہ
انھوں نے بہت کچھ سیاحی (جزائر وغیرہ کی) کی ہے، چند سال سے وہ احمد آباد، گجرات
اور پٹن میں رہتے ہیں اور بہت سے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ سے متصف ہیں،
امسال مکہ معظمہ آئے تھے وہاں ان کو مجھ سے پچھلے تعارف کی بنا پر موانست حاصل ہوئی
انھوں نے بھی جزیروں کے عجائب وغرائب مجھے سنائے۔

فسبحان الذی من آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف
السنتکم والوانکم إنّ فی ذلک لآیات للعالمین —

عبدالرحمٰن فرانسیسی

ہماری کشتی کے ایک معلم عبدالرحمٰن فرانسیسی ہیں وہ اپنے علم میں
مہارت کاملہ رکھتے ہیں — چند سال ہوئے کہ مسلمان ہو گئے ہیں

میں نے ایک دن اُن سے ملکِ فرنگ کے حالات دریافت کئے انھوں نے وہاں کے بہت سے عجائب وغرائب نقل کئے ـــــ اور کہا کہ اب سے قریب چالیس سال کے گذرے کہ فرانس کے رئیسوں میں سے ایک شخص کو تمام دنیا کے سمندروں کے سیر کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ وہ جہاز پر سوار ہو کر ملکِ فرانس سے روانہ ہوا اور انگلستان، پرتگال، استنبول، مغرب، ہند و حبش، دکن و بنگالہ کے بندرگاہوں سے گزرتا ہوا چین میں جا پہونچا اور وہاں سے بسمتِ شمال روانہ ہوا، اور اس جگہ تک پہونچا جہاں چار پانچ ماہ آفتاب نظر نہیں آتا ـــــ رفتہ رفتہ سات سال کی مدت میں تمام بنادرِ ربعِ مسکون کی سیر کر کے اپنے ملک کو واپس آیا اور اسکے بعد تمام احوالِ سفر، خصوصیاتِ ہر بندرگاہ اور راہ ہر جانب کو ایک کتاب میں جمع کیا پھر چین اور آرام سے گھر بیٹھا، اب وہ کتاب جہاز رانوں کا دستور العمل ہے۔

بندرگاہ لحیہ

۲ رمضان ـــــ کامران سے روانہ ہوئے ظہر کے وقت بندرگاہ لحیہ پر لنگر ہوا، یہاں معلّم وغیرہ اربابِ کار کو موسمِ سفر کا اختتام دیکھ کر کشتی کے جدے تک پہونچنے سے ناامیدی ہوگئی اور سب کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ مالکِ کشتی کا ارادہ ہوا کہ اموال کو فروخت کر کے کشتی کو سورت واپس بھیدیں اور پھر کشتی لحیہ میں سوار ہوں چنانچہ اس قصد سے شہر کو گئے بھی مگر چونکہ تدبیر، تقدیر سے مطابق نہ تھی، بیع اموال، موافق مطلوب نہ ہوئی ناچار واپس آکر متوکلاً علی اللہ ۸ رمضان کو اسی کشتی میں روانہ ہوئے۔

۹ رمضان ـــــ مقابل بندرگاہ جاذال پہونچے، اس جگہ تک حدِ زمین یمن تھی ـــــ یہاں زیادہ تر حکومتِ شریفِ مکہ ہے ـــــ تندیِ بادِ مخالف کی وجہ سے بجز اُن تمام تھوڑا سا فاصلہ طے ہو جاتا ہے اور سوائے مرسا کے جو مواضعِ معینہ ہیں کسی جگہ اس راستے میں لنگر نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ تندیِ باد سے اور زورِ امواج سے اگر رسنِ لنگر ٹوٹ جائے تو ہوا بے اختیار جس قدر چاہے گی واپس لیجائے گی ـــــ مرسا میں موج پست ہوتی ہے اور مرکب کو صدمہ نہیں پہونچتا ہے۔

۱۲ رمضان کو بسبب تیزیِ ہوا و شدتِ تلاطمِ امواج، کشتی عجیب حرکت و اضطراب میں رہی۔ موجیں کثرت سے درونِ کشتی آتی تھیں۔ بہت سے آدمیوں کے حواس میں اختلال آگیا

اور جب دن سوار ہوئے تھے اُس دن کی طرح سر گھومنے لگے اور متلی لاحق ہوئی ۔۔ ۱۳ کو اُس مرسا میں جو کہ جزیرہ کُتنں کے کنارے ہے لنگر ہوا ۔ دن کے آخری حصہ میں چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر اس جزیرے میں پہونچے ، یہ ایک پہاڑ ہے اس کا دَور کمتر ہے اور ارتفاع زیادہ ہے . دامن کوہ کے ایک طرف ایک قطعۂ زمین ہے ہموار اور سنگریزے ہیں ۔۔۔ اس جگہ ایسے درخت تھے جن کے پتے جھاؤ کے مشابہ تھے ۔۔۔ یہاں عجیب عجیب رنگوں کے پتھر اور گھونگے دیکھے گئے ۔۔۔ اس سرزمین میں مقابر بھی بہت نظر آئے ۔۔۔ شام تک یہاں توقف کیا ۔ بعد افطار کشتی میں آئے ۔

۱۴ رمضان کو لنگر اُٹھایا مخالف ہوا اتنی تیز چلی کہ ایک قدم آگے بڑھنا ممکن نہ تھا ، بلکہ کُتنں تک پہونچنا بھی نہیں ہو سکتا تھا ۔۔ ناچار مراجعت کی اور اُس مرسا میں کہ جہاں ۱۲ کو تھے پہونچے ۔۔ دو روز کی رفتار ضائع ہو گئی ۔۔۔ ۱۵ رمضان کو مقام رہا ۔۔۔ ۱۶ کو پھر کُتنں پہونچے ۔ جازان سے بندرگاہ کنفدا[1] ۹۶ کوس ہے ، سات دن ہو گئے ہنوز اس مسافت کا نصف حصہ بھی قطع نہیں ہوا ۔ اب خیال یہ ہے کہ جب کنفدا پہونچیں تو اس کشتی سے اُتر جائیں اور وہاں سے چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر براہ سمندر جدہ جائیں ۔ جدہ ، کنفدا سے ایک سو اسی کوس ہے اور ہوا موافق ہونے کی صورت میں چار دن کا راستہ ہے ورنہ براہ خشکی ۔ کہ کنفدا سے مکہ معظمہ تک نو دن کا راستہ ہے ۔۔۔ روانہ ہوں گے ۔۔۔ لیکن بظاہر راہ خشکی سے جانا مشکل ہو اور اللہ چاہے تو ہر مشکل آسان ہے ۔

خلافِ شرع رسم

تمام ملک یمن و حجاز میں یہ امر خلافِ شرع رائج ہو گیا ہے کہ بچوں کی ختنہ بعد بلوغ کرتے ہیں اور ختنہ میں کھال زیادہ کھینچتے ہیں ۔۔ میں نے عبداللہ نامی شتربان سے کہ اسکے اونٹ کو کنفدا سے کرایہ پر لیا تھا اس بات کو دریافت کیا اُس نے تصدیق کی . میں نے کہا اس امر غیر مشروع کے تم عادی کیسے ہو گئے ؟ اس نے کہا کہ اگرچہ غیر مشروع ہے اور مخالف سنت ہے ، لیکن ہمارے ملک میں یہ رسم شائع ہو گئی ہے ۔

---

[1] قنفذہ ۔

کنفدا

۲۸ رمضان کو — کنفدا کے کنارے پہونچے یہ ایک بندرگاہ ہے، توابع جدہ سے۔ اسکی آبادی ساحل پر ہے، گھر اور بازار سب خس پوش ہیں اور بجز ایک دو مسجدوں کے دیوارِ خشت وسنگ کہیں دیکھنے کو بھی نہیں — یہاں گھر عرب کے طریقے پر بے تکلف بنے ہوئے ہیں، صحن کے پردے کی دیوار لکڑی کی ہے یا بوریے کی — تمام سرزمین میں درخت سایہ دار یا گھاس کا نشان تک نہیں — آب شیریں چند کوس سے یہاں لاتے ہیں۔ مقابل آبادی اندرون سمندر ایک جزیرہ ہے مختصر سا اُس میں ایک قلعہ ہے جس میں ایک برج اور چند گھر ہیں۔ امیرانِ شریف مکہ کا قیدخانہ یہیں ہے — جدہ میں اور دیگر بندرگاہوں میں نائب شریف مکہ کو وزیر اور دَولہ کہتے ہیں — مکہ معظمہ یہاں سے براہ خشکی نو دن کا راستہ ہے چونکہ سورت کی کشتیوں کی واپسی کا موسم قریب پہونچ گیا ہے اور بادِ شمال شدت سے چل رہی ہے اس لئے کشتی کا جدے جانا موقوف ہو گیا اور صاحب کشتی اور دیگر حضرات کنفدا میں اُتر لئے۔

بروز دوشنبہ — سلخ رمضان کو — فقیر بھی ایک سو دس دن سوار رہنے کے بعد کشتی سے اُتر آیا اور کرایے کے مکان میں رہنے لگا۔

نماز عید الفطر

سہ شنبہ یکم شوال بروز عید — مبارک نام وزیر کنفدا نماز عید کے لئے جنگل کو گیا۔ ہم بھی اپنی جماعت کے ساتھ حاضر جماعت ہوئے — میں چاہتا تھا کہ خطبہ آسانی سے سننے کے لئے خطیب کے پاس بیٹھنا میسّر ہو جائے۔ اتفاقاً وزیر نے مجھے بہت دور دھوپ میں بیٹھا دیکھ کر نزدیک بلا لیا اور سایے کے نیچے اپنی برابر جگہ دی — قاضی نے امامت کی اور موافق مذہب شافعیؒ دونوں رکعتوں میں قبل قرات سات سات تکبیریں کہیں — بعد نماز، پسر قاضی نے خطبہ پڑھا بغایت فصیح تھا اور طول میں بقدر ایک جزو کے تھا اس خطبے کے مضمون نے دل پر بہت اثر کیا۔ بعد فراغت نماز دیکھا گیا کہ رسم معانقہ نہیں ہے بلکہ فقط ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا ہے بعضے گئے اور سر وزیر کو بوسہ دیا۔

۵ شوال . . بروز شنبہ۔ شترانِ کرایہ پر سوار ہو کر بوقت شام کنفدا سے روانہ ہوئے

اس ملک میں یہ عادت ہے کہ دن کے آخری حصے میں سوار ہو کر تمام رات سفر کرتے ہیں، اور پیش از صبح یا بعد طلوع شمس ایسی منزلوں میں جہاں پانی ہوتا ہے اترتے ہیں۔ دن میں راستہ چلنا دشوار ہے اس لئے کہ باد سموم سے ہلاکت تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔

یہاں دیکھا گیا ہے کہ اونٹ خود چلتا ہے اسکی مہار پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر پیادوں میں سے کوئی اونٹ کے آگے آگے چلتا ہے تو شتربان اس کو منع کرتا ہے کہ آگے ذہین اونٹ راستہ بھول جائے گا۔ جب منزل آئی اگلا اونٹ بیٹھ گیا اور دوسرے اونٹ بھی اسکے بعد بیٹھ گئے۔

صبح پنجشنبہ ۱۰ شوال ـــــ مرسا ابراہیم میں ـــــ کہ ایک قریہ ہے ساحل بحر پر ـــــ اترنے کا اتفاق ہوا ـــــ ۱۲ شوال ـــــ سعدیہ میں اترے ـــــ یہاں پہاڑ کے نیچے ایک بڑا کنواں ہے۔ اس کا پانی اتنا میٹھا ہے کہ ملک یمن میں داخل ہونے کے دن سے اب تک ایسا پانی نہیں چکھا تھا۔

پہاڑ کے اوپر ایک قبر ہے۔ اور ایک قبے کے اندر ایک قبر ہے اور اسکے سرہانے پتھر کا کتبہ ہے۔ اسکے حروف فرسودہ ہونے کی وجہ سے اور تاریکی کے باعث پڑھے نہ جا سکے، اس قبر کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ منازل بنی سعد (قوم سعدیہ رضی) یہیں ہیں ـــــ اس سرزمین میں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے ـــــ مکہ معظمہ پہونچ کر علمائے عصر سے میں نے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ سعدیہ اس موضع کا علم ہے۔ بنی سعد کی طرف نسبت نہیں ہے ـــــ بنی سعد (قوم حلیمہ رضی) کے منازل ہوازن متصل حنین میں درمیان طائف و مکہ تھے اور حلیمہ سعدیہ رضی کی قبر، مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے اندر ہے ـــــ اسی سعدیہ میں یلملم واقع ہے جو کہ اہل یمن کا میقات ہے یہ ایک پہاڑ ہے ـــــ اسی یلملم کے محاذ میں ہندوستان سے جدہ جانے والے کشتی سوار بھی احرام باندھتے ہیں ـــــ دن کے آخری حصے میں اسی جگہ سے احرام باندھا گیا۔

مسجد سیدنا علی رضی یہاں سے مکہ کے راستے میں مسجد سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ ہے اسکے پاس ایک کنواں ہے۔ بعد احرام باندھنے کے فقیر پیادہ پا اس

مسجد میں آیا اور دوگانہ ادا کیا۔ بدویوں سے اس مسجد کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا یہ سیدنا علیؓ کی مسجد ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ بتایا۔ لیکن فقیر کے دل میں یہ بات آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ تشریف لائے، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن میں تھے ـــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصدِ حج کی خبر سن کر جلدی ساتھ لے کر یمن سے آئے اور مکہ میں آنحضرتؐ سے آکر مل گئے چونکہ انھوں نے یلملم سے احرام باندھا ہوگا اس لئے بقصدِ تبرک بعد کو اس جگہ مسجد بنا دی ہے جب یہ بات مفتی عبدالملک سے کہی تو انھوں نے میری تائید کی۔

جمالِ کعبہ

سعدیہ سے دو دن میں بوقت چاشت بروز دوشنبہ ۱۴ ارشوال کو مکہ معظمہ میں حاضری ہوئی، چونکہ چار کوس سے زیادہ پیادہ پا اور سر و پا برہنہ چلا تھا اور آفتاب بہت گرم تھا، سنگریزے اور ریگِ راہ چل رہے تھے اس لئے بہت مشقت برداشت کی۔ لیکن دیدارِ جمالِ کعبہ سے تمام عمر کی کلفتوں کا ازالہ ہو گیا۔

؎ جمالِ کعبہ مگر عذر رہروان خواہد ‌‌‌‌‌‌ ‌ ‌ ‌ کہ جانِ زندہ دلان سوخت در بیابانش

نمازِ ظہر حرم میں ادا کی ـــ بعد طواف و سعی و حلق، احرام سے نکل آیا۔

اس مورد مسعود میں آنے کے وقت مشتاقانِ جمالِ مصطفویؐ کو مواضعِ اقدامِ نبوی کے مشاہدے سے اور آنحضرتؐ کے اس مقام پر رونق افروز ہونے کے تصور سے دل میں وہ نور اور باطن میں وہ سرور پیدا ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

؎ تو بہر رہے کہ رفتی بہم سر خود آنجا ‌ ‌ ‌ بامید آنکہ روزے قدمے نہادہ باشی

طالبِ صادق پر کہ جس کی چشمِ بصیرت، کحلِ ہدایت سے سرگیں ہو اور اس کا دیدۂ باطن نورِ عنایت سے منور ہو ـــ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام حرمین اور اسکے نواحی کے پہاڑوں، جنگلوں، وادیوں اور مکانوں میں جو کہ منظورِ نظرِ سعادت اثر رہے ہیں اور ناظرِ جمالِ بہجت مآل ہوئے ہیں ـــ کس قدر نورانیت و روحانیت جمالِ محمدیؐ کے اثر سے نمایاں ہے۔

؎ بہر زمیں کہ نسیمے ز زلف آوردہ است ‌ ‌ ‌ ہنوز از دم آں بوئے عشق می آید

خدا کا شکر ہے کہ پنجگانہ نمازیں مسجد الحرام میں ادا کی جا رہی ہیں۔

مسجد الحرام میں مذاہب اربعہ کی جماعتیں

مدتوں سے اہل مکہ کی قرار داد یہ ہے کہ نماز فجر اول شافعی امام پڑھائے اور بعد سلام شافعی، مالکی اقامت کہے اور بعد مالکی کے حنبلی اور بعد حنبلی حنفی ـــ ظہر، عصر اور عشا میں مالکی ابتدا کرتا ہے اسکے بعد شافعی اسکے بعد حنفی ـــ اور مغرب میں حنفی ابتدا کرتا ہے اسکے بعد شافعی پڑھتا ہے ـــ مالکی کی مغرب اور حنبلی کی علاوہ فجر کے باقی چار نمازیں دوسروں کے تابع ہیں۔ ان وقتوں میں ان کی جماعت جدا نہیں ہوتی ہے ـــ ان تمام نمازوں میں ایک کا سلام اور دوسرے کی اقامت متصل ہوتی ہے مگر فجر میں کہ حنفی بعد سلام حنبلی اسفار تک تاخیر کرتا ہے اور باقی نمازیں حنفی، اوائل اوقات میں پڑھتا ہے۔ اور اکثر مصلی اس بات کے مقید نہیں ہیں کہ اپنے ہم مذہب امام ہی کی اقتدا میں نماز ادا کریں ـــ جو جماعت بھی پہلے ہوتی ہے اسکے ساتھ پڑھتے ہیں، لیکن بعض متعصب اپنے امام کے منتظر بیٹھے رہتے ہیں اس بارے میں علماء کا بھی اختلاف ہے اور مخالف مذہب، امام کی اقتدا میں جواز و عدم جواز کے اندر بہت سے رسالے تحریر کئے گئے ہیں، فقیر نے اُن رسائل کا مطالعہ کیا ہے ـــ حاصل ان رسالوں کا یہ ہے کہ صدر اول میں صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے زمانے میں اور اُن کے بعد بھی حرمین میں اور دیگر بلاد میں تعدد جماعات نہ تھا اور تمام مسلمان ایک امام کی اقتدار کرتے تھے جس مسلک کا بھی وہ ہوتا ـــ اور اب تک نماز جمعہ اس مدعا پر شاہد عدل باقی رہ گئی ہے۔ یہ تعدد جماعات، تقرر مصلی جات اور اپنے ہم مسلک کے اقتدار کی قید ایک بدعت ہے جو صدر اول کے بعد متعصبان مذاہب نے اختراع کی ہے۔ طرفین کے محققین کا مختار مسلک یہ ہے کہ مخالف مذہب کے پیچھے بھی اقتدا جائز ہے ـــ محققین نے کہا ہے کہ امام مخالف مذہب اگر مراعات مواضع خلاف کرتا ہے تو اسکی اقتداء بلا کراہت صحیح ہے اور اگر رعایت نہیں کرتا اور مقتدی جانتا ہے کہ اس نماز میں امام نے میرے مذہب کے خلاف، ارتکاب کیا ہے تو بعضوں نے ایسی صورت میں بھی اقتداء کو جائز رکھا ہے اور بعضے اس صورت میں عدم جواز اقتداء کے قائل ہوئے ہیں ـــ فقیر نے بعض ائمہ مکہ سے سنا کہ حرمین میں ائمہ چہار مذاہب، باب اجتہاد

میں تمام مذاہب کی رعایت کرتے ہیں اور اس امر میں تساہل نہیں کرتے وہ سلطان کی طرف سے بتاکید اس خدمت پر مامور ہیں اور اس بارے میں مچلکے لکھ کر دیوانِ سلطان کے سپرد کئے ہیں تاکہ بالاتفاق سب کی نمازیں شائبۂ کراہت سے خالی ہوں۔ اس زمانے میں علماء وقت کی عادت یہ ہے کہ جو جماعت بھی حاضر ہو اسکے ساتھ نماز ادا کر لیتے ہیں۔ مفتی عبدالملک حنفی سے — جو کہ اکابر علماء عصر میں سے ہیں — میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا، انھوں نے فرمایا کہ ہم ہر جماعت کے ساتھ جس کو پہلے پا لیتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں — پانچوں وقت کی جماعت میں زیادہ کثرت جماعت حنفی میں ہوتی ہے۔ خصوصاً مغرب میں کہ گرداگرد بیت اللہ صفوف متعددہ کھڑی ہوتی ہیں — جماعتِ شافعیہ میں بھی کثرت ہوتی ہے لیکن حنفیہ کے برابر نہیں۔ اور جماعتِ مالکی میں بھی بسبب اسکے کہ تین نمازوں میں وہ ابتدا کرتے ہیں خصوصاً نمازِ عشاء میں — ہجوم ہوتا ہے — مصلائے حنبلی پر فقط نمازِ فجر ہوتی ہے اس میں دیکھا جاتا ہے کہ کم و بیش بیس آدمی ہوتے ہوں گے —

مسجد الحرام میں یہ ہجوم مردم جماعت کی نمازوں میں خصوصاً ایام حج میں بالخصوص جمعہ اور مغرب میں — جو ہوتا ہے معمورۂ عالم میں کسی جگہ نہ ہوتا ہوگا — بارہا ایسا ہوا کہ جب نظر کثرتِ مردم پر اور اس بات پر ہوئی کہ ان میں سے ہر ایک کی توجہ، بیت اللہ کی جانب ہے اور یقین سے جانا کہ اس مجمع عظیم میں چند اشخاص ضرور، خواص بندگانِ خدا میں سے ہونگے تو اس جماعتِ کثیر کو وسیلہ بنایا اور درگاہِ حق سے خیر دارین چاہی —

عالمِ تصور

ایک رات طواف میں تھا اور ہجوم بہت تھا: میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام، طواف فرما رہے ہیں اور جماعتِ صحابہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہی ہے اور میں آنحضرت کے طفیل میں اس مجمع کے اندر حاضر ہوں — ایک روز میں دروازہ بیت اللہ کھڑا ہوا دعا کر رہا تھا کہ قصّہ روزِ فتح مکہ اپنے دل میں یاد کیا اور تصور کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ بیت اللہ پر کھڑے ہیں، اور صحابۂ کرام حسبِ مرتبہ و مقام، حاضرِ خدمتِ اقدس ہیں اس وقت کفار قریش ترساں و ہراساں حاضر ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے ان کو معاف فرما دیا ہے اس کیفیت کے پیدا ہونے پر میں نے بتوسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق جل مجدہٗ کی

جناب میں اپنے لئے اور اپنے جمیع اقارب واحباب کی مغفرت اور قضاء حوائجِ دارین کے لئے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس دُعا کو قبول فرمائے گا۔

ے دوستاں را کجا کنی محروم | تو کہ با دشمناں نظر داری

دروازہ بیت اللہ پر | بشتر اوقات، فقیر، بابِ کعبہ پر کھڑا ہوتا تھا اور سر آستانے پر رکھ کر یہ شعر پڑھتا تھا۔

ے جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست
سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

اور کبھی کبھی اثنائے طواف میں اور دروازہ بیت اللہ کے سامنے اور ملتزم کے قریب نظامی علیہ الرحمۃ کے ان اشعار سے لذت حاصل ہوتی تھی:۔

اے عقل مرا کفایت از تو | جُستن زمن و عنایت از تو
من بیدلی و راہ بیم ناک است | چو راہ نما توئی چہ باک است
یک ذرہ زکیمیائے اخلاص | گر بر مسِ من نہی شوم خاص
از خوانِ تو با نعیم ترچیست | وز حضرتِ تو کریم ترکیست؟

یارب دلِ پاک، جانِ آگاہم دہ | آہِ شب و گریہ سحر گاہم دہ
از یادِ خود اوّل زخودم بیخود کن | وانگہ بخود از خود بخود راہم دہ

داخلی بیت اللہ | پنجشنبہ ۔۔۔ ۵؍ ذی قعدہ کو عام داخلی بیت اللہ ہوئی یہ ضعیف بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا اور اندرون بیت اللہ اپنے لئے اور اپنے تمام اقارب واحباب، احیا و اموات کے لئے حضرت واہب العطیات سے مغفرت و رحمت اور خیرِ دارین کا سوال کیا۔۔۔ قاضی الحاجات سے اُمید قبولیت ہے۔ ویسے ہی تمام اماکنِ شریفہ، مواقفِ رفیعہ اور اوقاتِ مرجوّۃ الاجابۃ (وہ اوقات

ے بمعنی تانیہ۔

جن میں قبولیت کی خاص امید ہو) میں دعا کے اندر میں نے بخل نہیں کیا تمام عزیزوں، دوستوں اور ذوی الحقوق کے لئے نام بنام تفصیلاً اور بغیر نام کے مجملاً دعا کی۔ واللہ المجیب ــــــ

تمام سال میں آٹھ بار بیت اللہ کے اندر مردوں کی عام داخلی ہوتی ہے۔ (۱) روز عاشورا (۲) ۱۲ ربیع الاول۔ (۳) و (۴) دوبار رجب میں ــــ (۵) ۱۵ شعبان (۶) و (۷) اول و آخر جمعہ رمضان۔ (۸) ۱۵ ذی قعدہ ــــ ان ایام کے دوسرے دن عورتوں کی داخلی ہوتی ہے۔

خواب میں دیدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے جن کا شکر اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کی رو سے لازم ہے یہ انعام خاص بھی ہے کہ ــــ یک شنبہ کو تاریخ ۲۰ شوال ــــ حرم میں نماز صبح کے اور مقام ابراہیم میں تلاوت قرآن کے بعد زمزم کی طرف گیا اور سقے کو راضی کر کے کنوئیں کے اوپر آیا اور پانی پر نظر ڈالی کہ اس کو بھی عبادت شمار کیا گیا ہے۔ اور ڈول اپنے ہاتھ سے نکالا اور بموجب حدیث خوب جھک کر زمزم پیا اور اپنی منزل پر آیا، قیلولہ کیا ــــ خواب میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک راستہ پر چل رہے ہیں اور میں پیچھے پیچھے چل رہا ہوں اور قصد کر رہا ہوں کہ نشان قدم مبارک پر چلوں اسی اثنا میں آنحضرت نے چلنے میں جلدی کی اور در دن پردہ تشریف لے گئے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی کہ توقف فرمایئے اور میری آرزو کو پورا کیجئے ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر طلب فرمالیا، حاضر ہوا اور التماس کیا کہ میری آرزو یہ ہے کہ کف پائے مبارک کو بوسہ دوں ــــ بمقتضائے کرم پائے مبارک کو دراز فرمایا، میں نے کف پا کو بوسہ دیا اور دونوں آنکھوں سے اس کو ملا ــــ اسکے بعد جو عنایات فرمائیں احقر اپنے کو ان عنایات کے لائق نہیں سمجھتا تھا اور ان عنایات کا اظہار بھی مصلحت وقت نہیں۔

ع۔ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اسی طرح کی خواب ۱۰ رجب کو ــــ جبکہ جہاز سقوطرہ کے قریب تھا ــــ دیکھی تھی لیکن وہ مجمل تھی اور یہ مفصل ــــ اور ایک بار راہ کوہستان میں یہ سعادت حاصل ہوئی تھی اور

ییں ساکن ہیں ـــ مقرر ہیں ـــ تاکہ وہ حُجّاج کے قافلوں کو سلامتی سے پہونچادیں ـــ یہ دولت سعادت تمام دُنیا کے بادشاہوں میں سے اللہ تعالیٰ نے بادشاہ روم (سلطان ترکی) کے حصّے میں رکھی ہے ـــ اس وقت سلطان عبدالحمید خاں شاہ روم ہیں ـــ خدمت حرمین کی برکت سے اور حرمین کے باشندوں کی دعاسے ابھی تک اس بادشاہ کے خاندان کی شان و شوکت، مثلِ روزِ اوّل باقی ہے۔ ۶۹۹ھ سے لے کر جب کہ اُن کے جدّ اعلیٰ عثمان ترکمان نے ملک روم پر غلبہ پایا تھا ـــ اب تک کہ عبدالحمید خاں بادشاہ ہیں۔ پانچسو دو سال گزر چکے ہیں مگر ارکان سلطنت میں کوئی ضعف و تزلزل واقع نہیں ہوا۔ ہمیشہ کفار سے عہد سے غزوہ وجہاد کرتے رہتے ہیں اور رفتح وظفر کا جھنڈا اونچا رہتا ہے ـــ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ـــ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اعمالِ خیر یعنی صلوٰۃ و صیام اور صدقہ وغیرہ کا ثواب حرمین میں چند در چند ہو جاتا ہے دوسرے مقامات کے مقابلے میں ـــ چنانچہ مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا ثواب ہے اور مدینہ منورہ میں دس ہزار کا ـــ قطع نظر اس کے اُن لوگوں پر احسان و انعام کا اجر، جو مجاورت خدا و رسول خدا اختیار کئے ہوئے ہیں، بہت ہی بڑا ہے ـــ

دیگر ملوک و امرار

دیگر ملوک و امرار بھی بقدر حال، توفیق خدمت اہل حرمین رکھتے ہیں. مثلاً تیمور شاہ، نصیر خاں بلوچ، نظام علی خاں اور دیگر امرائے دکن اکثر یہاں صدقات بھیجتے رہتے ہیں۔ محمد علی خاں ہر سال ڈیڑھ لاکھ بھیجتے تھے اہل حرمین ان کے لئے دُعاگو ہیں ـــ بادشاہ مغرب نے امسال برائے حرمین و دیگر شرفا، واہل بدو. جو کہ حرمین سے یمن تک ساکن ہیں ـــ ایک رقم کثیر بھیجی ہے جو کہ تقسیم ہوئی، فقیر نے دیکھا کہ ان مغربی درہموں پر ایک طرف الذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیہ آیت قرآنی نقش تھی۔

حرمین شریفین اور سلاطین ہندوستان

سلاطین ہندوستان ہر سال ایک بڑی رقم حرمین بھیجتے تھے ـــ تین بڑے شاہی جہاز، حجاج کے پہونچانے کے لئے مقرر تھے ان کا خرچ سرکار بادشاہ کی طرف سے

ہوتا تھا ـــ محمد شاہ نے اپنے ایام سلطنت میں ـــ باوجود امور مملکت میں غفلت کے ـــ اس بارے میں تاکید رکھی ـــ بعد محمد شاہ کے ہمارے زمانے کے ہندوستانی بادشاہوں و امیروں میں سے کسی کو خدمت حرمین کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، نہ یہاں کے کسی بادشاہ نہ امیر کا نام حرمین میں اس سلسلے میں لیا جاتا ہے ـــ جن رئیسوں نے علم صرف کا کوئی حرف نہیں پڑھا اور علم نحو میں بھی فقط منع صرف کا مسئلہ پڑھا ہے وہ روپیہ جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کا وبال اپنے ساتھ لیجاتے ہیں آخر کار ان کا اندوختہ نصیب فرنگی و مرہٹہ ہوجاتا ہے

کریماں را بدست اندر درم نیست — خداوندان نعمت را کرم نیست

مکہ معظمہ میں کثرت رزق

یہ وادی غیر زرع تمام تر کوہستان ہے اس جگہ نہ میوہ دار اور سایہ دار درخت ہے، نہ کھیتی باڑی ہے حق سبحانہ نے دعائے ابراہیمی، وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ (ان کو پھلوں سے رزق دینا) کو قبول فرمایا ـــ طائف اور دیگر نواحی سے اس قدر میوہ ہر قسم کا ہر موسم میں مکہ میں آتا ہے کہ افراط کے ساتھ مل جاتا ہے خصوصاً، انگور، انار، اور تربوز دسفر جل ـــ ایک دن ایک معتمد سوداگر نے ذکر کیا کہ آج ایک سو پچھتر اونٹ تربوز سے لدے ہوئے بازار مکہ میں آئے اور شام تک سب فروخت ہوگئے ایک تربوز باقی نہ رہا ـــ یہاں گیہوں مصر اور ہندوستان سے کشتی کے ذریعے چاول بھی ہندوستان اور مصر سے اور پھل حجاز، یمن اور مسقط سے آتا ہے ـــ بفضلہ تعالےٰ نرخ غلّہ امسال بہت ارزاں ہے، اہل مکہ کہتے ہیں کہ ایسی ارزانی سالہا سال کے بعد ہوئی ہے ایک ریال کا نُو کیل گندم آتا ہو جو ہمارے شہر (مراد آباد) کے اعتبار سے ایک روپیہ کا نُو سیر پختہ ہوتا ہے۔ یہاں دوسری چیزیں، کپڑا، برتن جواہرات اور اسکے علاوہ جتنی چاہیں اور جہاں سے چاہیں مل جاتی ہیں ـــ غلامان و کنیزان حبشی بھی نخاس میں فروخت ہوتے ہیں۔

منظر منا

منا کا منظر بھی عجیب ہے نفیس نفیس کپڑوں کے تھان اور عجیب عجیب اور تحفہ چیزیں اور عمدہ برتن اور بہترین پھل اتنے کہ کہاں خیال میں نہیں سما سکتے اور قوت متخیلہ اس کو میزان قیاس میں نہیں تول سکتی ـ وہاں موجود ہیں ـــ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:-

سوئے منا آد کرامت بہ بیں — گرمیٔ بازار قیامت بہ بیں
بسکہ زدہ نعرۂ جوش وخروش — کرّہ (بہرا) بود از غلغلۂ خلق گوش
بسکہ بہم ریختہ ہمیانِ زر — گشتہ دُکانہائے منا کانِ زر
اشرفیٔ سرخ کہ آتش وش است — گرمیٔ بازارش ازاں آتش است

منا و عرفات میں، کثرتِ مردم وحیوانات خصوصاً روپیوں کی کثرت اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ اُن کا شمار سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا جس طرف نظر کریں آدمی وشتر نظر آتے ہیں۔

شرفائے مکہ

شرفائے مکہ، کہ چند صد سال سے حکومت وسلطنت اس ملک کی ان کے دست تصرف میں ہے، سادات حسنی ہیں سب اہل سنت وجماعت ہیں اور ان میں سے بعض کو زیدیہ وبنی زید کہتے ہیں۔ یہ ان کے جد اعلیٰ کی طرف نسبت ہے جو شریف زید[1] بن حسنؓ تھے — زیدیہ مذہب سے ان شرفاء کو کچھ نسبت نہیں ہے — ان میں اکثر وبیشتر حنفی ہیں۔

شریف سرور

اس وقت شریف سرور بن مساعد شریف مکہ ہیں — سترہ سال ہوئے کہ انکے باپ مساعد نے وفات پائی اور ان کے بھائی احمد اُن کی جگہ بیٹھے — سرور شریف اس وقت خورد سالی کے عالم میں بمقتضائے شجاعت جبلی وجرأت خداداد، مکہ سے بھاگ کر جدہ پہونچ گئے، رفتہ رفتہ وہاں ایک فوج فراہم کی، اور چند بار چچا سے محاربہ کیا، بالآخر غالب ہوئے اور چچا کو قید کر کے مسند حکومت پر بیٹھ گئے — روز بروز ان کا اقبال ترقی پر ہو عرب کے سرداروں کو جو اُن کے آبا واجداد سے لڑتے رہتے تھے — مطیع کرلیا ہے اور اُس وقت سے اس وقت تک کہ سترہ سال گذر چکے ہیں بتائید وتوفیق الٰہی، عدل وانصاف کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے ہیں۔

---

[1] دراصل شرفائے مکہ کا نسبی تعلق زید بن حسن بن علیؓ سے نہیں ہے وہ موسیٰ الجون ابن عبداللہ المحض ابن حسن مثنیٰ بن حسن کی اولاد ہیں۔

اپنی ہمت کو رفاہِ خلق، معموریٔ بلاد اور ازالۂ رسوم ظلم و فساد میں مصروف رکھتے ہیں۔ اور اُن بیجا جرمانوں کو جو زمانۂ سابق میں خصوصاً اُن کے باپ شریف ناصر کے زمانے میں تھے۔ موقوف کر دیا ہے ۔۔۔ ارباب ظلم اور رہزنوں کو خوب سزائیں دی ہیں، کتنے اپنے خاندان والوں کو ۔۔۔ جو کہ بلندی و برتری کے زعم میں سرزمین حرم میں مسافروں اور غریبوں کو جور و ایذا پہونچاتے تھے ۔۔۔ اور اکثر عاملین قدیم کو جو اُن کے باپ کے زمانے میں شیوۂ ظلم و تعدی برپا کئے ہوئے تھے ۔۔۔ شریف سرور نے جان سے ختم کر دیا ہے ان کے حسن نیت کی وجہ سے اُن کے ملک کی راہیں مامون و محفوظ ہیں۔ کسی بدوی کی مجال نہیں کہ غربا و مساکین پر ظلم کر سکے ۔۔ حاجی اور زائر لوگ فارغ البال ہو کر راستہ چلتے ہیں اور اہل مکہ امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ۔۔۔ شریف سرور کی جد و جہد اور ظالمین و مفسدین کے قلع قمع کرنے کی حکایتیں مشہور ہیں ۔۔۔ اللہ تعالےٰ اپنے دین کی نصرت اور مخلوق کی رفاہیت کے لئے ان کی غیبی تائید فرمائے۔

شریف سرور نے سعیٔ بلیغ کر کے چند سال سے مدینہ منورہ کو بھی اپنے زیر تصرف کر لیا ہے اور وہاں کے باشندوں پر بہت کچھ انعام و احسان کئے ہیں ۔۔۔ ان کے آباء و اجداد کے زمانے میں بجز اسکے کہ شریف کا خطبے میں نام ہوتا تھا اور بیت المال پر ایک نائب مقرر ہوتا تھا ۔۔۔ مدینہ منورہ پر اور کوئی تصرف و اختیار نہ تھا ۔۔۔ اب شیخ الحرم، لشکری، شہری اور بدوی کسی کی مجال نہیں کہ شریف کی خلاف ورزی کر سکے۔

شریف سرور کے دیگر اوصاف حمیدہ

شریف سرور ہر روز نماز صبح حرم میں جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اسکے بعد طواف کرتے ہیں اس وقت غلام اور نوکر کوئی ساتھ نہیں ہوتا عام مخلوق خدا کے ساتھ طواف بیت اللہ کرتے ہیں اس طرح کہ جو اُن سے واقف نہ ہو وہ جان بھی نہیں سکتا کہ یہ شریف مکہ ہیں ۔۔۔ طواف کرتے کرتے جب حجر اسود کے قریب آتے ہیں اور ہجوم مردم وہاں ہوتا ہے تو یہ کھڑے رہتے ہیں جب موقع دیکھتے ہیں استیلام حجر کرتے ہیں۔ کوئی اس کام کے لئے مقرر نہیں کہ ہٹو بچو کرے اور مسافروں کو اُن تک آنے سے روکے ۔۔۔ یہ امور اُن کے سعادت و اقبال کے آثار ہیں۔

ویسے جاہ و شوکت ظاہری، مثل دیگر بادشاہوں کے رکھتے ہیں اور تمکین و وقار ان پر غالب ہے سوائے قاضی اور مفتی کے اُن کی مجلس میں اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا ــــ

ایک دن فقیر بعد فراغ طواف، نزدیک ملتزم آیا ــ دیکھا کہ شریف سرور، بیت اللہ کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے اور خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے بہ نیاز تمام دعا کر رہے ہیں۔ اور دوسرے غربا و فقرا وے جو اس وقت اس مقام میں تھے کچھ بھی امتیاز نہیں رکھتے ــــ اس وقت اس احقر کے دل پر عظمتِ ربّ البیت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ متاع دنیا اور اہل دنیا کی تحقیر دل میں بیٹھ گئی ــــ

ے درویش غنی بندۂ ایں خاک درند — آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ــــ

علماء و اکابر مکہ

(۱) مولانا سید محمد مغربی ــــ سید ابوالحسن شاذلیؒ کے خاندان سے ہیں۔ ان کے بہت مریدین ہیں، تمام اہلِ مغرب خواہ اغنیاء ہوں خواہ فقراء ان کی انتہائی تعظیم کرتے ہیں ــ بیس سال سے مجاورِ حرم مکہ ہیں ــ آثار بزرگی ان کی پیشانی سے ظاہر ہیں ــ فقیر کی اُن سے چند بار ملاقات ہوئی ــ میرے حال پر مہربانی و لطف فرماتے ہیں ــ حزب البحر، حزب البراد، دیگر احزاب، اذکار اور اورادِ شاذلیہ کی اجازت انھوں نے مجھے عنایت فرمائی اپنے ہاتھ سے اجازت نامہ لکھا اور دعا کی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ــــ ایک دن بعد حج اُن کے پاس مسجد الحرام میں بیٹھا تھا وہ میرا حال دریافت کر رہے تھے میں نے مجملاً اپنی سرگزشت ان کو سنائی ــــ فرمایا ــــ اب کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ ایک عشرے کے بعد مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں وہاں زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف اندوز ہوں گا، فرمایا بعد حصولِ زیارت اپنے وطن کو لوٹ جاؤ گے؟ ــــ میں نے کہا یا سیدی ــ میں مدینہ منورہ سے لوٹنا نہیں چاہتا۔ میری تمنا ہے کہ وہیں مجاورت اختیار کروں اور موت وہیں آئے لیکن حکم خدا غالب ہے میں نے اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کے ارادے پر میں راضی ہوں ــ سید حسین مفتی مالکی اس وقت اُن کے برابر بیٹھے تھے، اُن سے فرمایا۔ اس شخص کو

شوقِ زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیقرار کر دیا ہے اور یہ شوق دور دراز وطن سے
اس عمر میں نکال کر لایا ہے۔ پھر دونوں نے میرے لئے دعا کی ـــــ ایک اور دن بھی حرم
میں ایک مکی سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں بیس سال سے مکہ معظمہ میں رہتا ہوں
مجھے اہلِ ہند میں سے کسی سے اس شخص کے علاوہ انس نہیں ہوا۔ یہ شخص ایسا ہے ایسا ہے
کہہ کر میری تعریف کی۔

(۲) مفتی عبدالملک حنفی ـــــ اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ علوم دینیہ میں
مرتبہ عالی رکھتے ہیں ـــــ بسبب ہمسائگی میری ان سے ملاقات رہتی تھی۔

(۳) مفتی عبدالغنی شافعی ـــــ منا میں فقیر کی ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ایک
مسئلہ ان سے دریافت کیا تو انھوں نے مجھ سے معلوم کیا کہ اس سے پہلے بھی حج کو آئے تھے
میں نے کہا کہ پہلی مرتبہ آیا ہوں ـــــ اس بات سے تعجب کیا اور ساتھیوں سے کہا کہ پہلے
ہی سفر میں عربی کے اندر ان کا اس قدر تکلم ـــــ یہ عجیب بات ہے۔

(۴) ملا میر داد ـــــ ان کی اصل پنجاب ہے ـــــ خود مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ہیں ـــــ
فنِ قرات میں اس زمانے میں یہاں ان کا نظیر نہیں ہے ـــــ حسنِ اخلاق میں بے بدل ہیں
اور علوم حدیث وغیرہ میں بہرۂ تام رکھتے ہیں۔

(۵) مولوی محب اللہ شاگرد مولوی عبدالعلی ـــــ چند سال سے مجاورِ حرم مکہ ہیں تمام
علوم میں متبحر اور اخلاق مرضیہ سے متصف ہیں۔

طریقۂ درس ـــ یہاں کے علماء کا طریقہ یہ ہے کہ تلامذہ حلقہ کر کے پیش استاد بیٹھتے ہیں ـــ
اور استاد کتاب کو خود اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھتا ہے اور تقریر مطلب
کرتا ہے اگر کوئی شاگرد شبہ ظاہر کرتا ہے تو اس کا جواب دیتا ہے ـــ شاگرد کی قرات
کرنے کا رواج کم ہے ـــــ ایک دن مسجد حرام میں متصل باب السلام ایک شخص کو بیٹھا دیکھا
اسکے گرد ایک جماعت حلقہ کئے ہوئے مودب بیٹھی تھی وہ اس جماعت سے ایک مسلسل کلام
بزبان فصیح و بآواز خوشتر کر رہا تھا اور پوری جماعت خاموش بیٹھی سُن رہی تھی، چونکہ
میں نے ایسی مجلسِ درس نہیں دیکھی تھی اسلئے سمجھا کہ کوئی واعظ کہہ رہا ہے یا دعا مانگ رہا ہے

پھر جب یہ معلوم ہوا کہ یہ مفتی عبد الغنی ہیں درس دے رہے ہیں۔ میں اُن کے حلقے کے پاس گیا اور وہاں کے پیچھے بیٹھ گیا کتاب فقہ کا باب الصلوٰۃ سے درس دے رہے تھے۔

(۹) سید عقیل ـــــ ان کے دعویٰ مہدویت یا نیابت مہدی کی خبر بلادِ ہند میں سُنی گئی تھی یہ ایک عالم ہیں تصانیف رکھتے ہیں ان کے تو ابع بھی ہیں اور یہ ظاہری ثروت بھی رکھتے ہیں ـــ گذر اوقات تجارت سے ہے ـــ چند بار عوام بدو اور جُہالِ ہند، ان کے معتقد ہو گئے ہیں اور ہجوم کیا ہے ـــ شریف سرور نے فتنے کے اندیشے سے ان کی جماعت کو منتشر کر دیا ہے لیکن خود اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ اُن کا گھر درون بابِ ابراہیم، حرم میں ہے ـــ چند سال سے بیرون دروازۂ حرم نہیں نکلتے بلکہ حج کے لئے بھی نہیں نکلتے ـــ شام کو برائے نماز حرم میں آتے ہیں اور تنہا نماز پڑھتے ہیں ـــ اس بارے میں شریف نے ان پر اعتراض کیا تھا انھوں نے اس کا جواب دیا ـــ ایک دن میں بوقت شام مقامِ ابراہیم میں بیٹھا تھا، کسی نے کہا کہ سید عقیل حطیم کے اندر بیٹھے ہیں۔ میں گیا اور سلام و مصافحہ کیا اور صرف دو تین باتیں ہوئیں اسی درمیان میں موذن نے اذان مغرب کہی اور میں مصلائے مغرب میں آ گیا اور نماز پڑھی ـــ دوسرے دن سید عقیل نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ ایک ہندی شخص اس اس حلیے کا حرم میں ہو گا اس کو دیکھو اور میرا سلام شوق اس سے کہو میں یہ اطلاع پا کر ان کے گھر پر گیا بہت دیر تک بیٹھا۔ بہت سی باتیں درمیان میں آئیں ـــ تواضع اُن کے ظاہر پر غالب ہے ـــ ان کے کلام میں سلوک و ریاضت اور سلف کے طریقے پر مجاہدے کی ترغیب بہت ہے۔ ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ اس کا ایک جزو دیکھا، عبارت تفسیر کو الفاظِ قرآن کے ساتھ ایسا خلط ملط کر دیا ہے کہ اعراب قرآن متغیر ہو گئے ہیں اور معنی بھی بدل گئے ہیں۔ میں نے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ میری غرض موعظت و نصیحت ہے نہ تفسیر ـــ میں نے کہا کہ اپنے علاقے میں میں نے آپ کا نام سنا تھا ـــ انھوں نے کہا ہندوستان میں علما اور اربابِ کشف ظہورِ امام مہدی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے خود اُن سے یہ سوال کیا کہ میں نے سنا تھا کہ پہلے آپ دعویٰ مہدویت کرتے تھے پھر اس سے رجوع کر کے اب ادعائے نیابت مہدی کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ دعویٰ مہدویت کی نسبت میری طرف کرنا میرے اوپر ایک تہمت ہے۔ میں نے تو فقط دعویٰ نیابت مہدی کیا ہے۔

اس قسم کی بہت سی باتیں ہوئیں جن کا ذکر طول سے خالی نہیں علماءِ عصر اُن کے مخالف ہیں خصوصاً اس تفسیر کی وجہ سے۔

(۷) شیخ عبد الوہاب — یہ اعیانِ مکہ میں سے ہیں ایک رات مطاف میں باہم مُجھ کو وسعتِ رحمتِ حق کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، انھوں نے بھی ایک حکایت سنائی۔

(۸) سید حسین مفتی مالکی — عالم ہیں اور اپنے مسلک کی کتابوں کا درس متصل باب الزیادہ صبح کے وقت دیتے ہیں۔

میں ایک دن درمیان مولانا محمد مہدی مغربی و مفتی سید حسین مالکی مذکور بیٹھا ہوا تھا باتیں ہو رہی تھیں۔ میں نے ان سے بعض مسائل مذہب مالکی دریافت کئے اور یہ بھی دریافت کیا کہ یہ چار مصلّے کب قائم ہوئے؟ نیز جماعتِ مالکی مغرب کے وقت جُدا کیوں نہیں ہوتی؟ اسی طرح حنبلی سوائے نماز فجر باقی نمازوں میں کیوں تابع دیگران ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ مصلوں کی ایجاد چھٹی صدی ہجری میں بعض خلفاءِ عباسی کے زمانے میں ہوئی اس سے پہلے فقط ایک جماعت ہوتی تھی اور سب مسلمان ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ بعد تقرر مصلّی جات و تعدد جماعات، مالکی ظہر عصر اور عشار کی طرح مغرب میں بھی تقدیم کرتے تھے اس لئے کہ وقت مغرب نزد مالکیہ بہت تنگ ہے۔ اور ان کی تحقیق میں نمازی اول وقت کی تاخیر کرنے سے گنہگار ہو جاتا ہے — نویں صدی ہجری میں بادشاہِ وقت نے کہا کہ تم لوگ تین وقت میں تقدیم اقامتِ نماز کرو اور حنفی، مغرب میں تقدیم کرے اور چونکہ تا فراغ حنفی و شافعی، نماز مغرب کا وقت مختار مذہب مالکی میں باقی نہیں رہتا ہے، اس بنا پر علمائے مالکیہ نے جماعتِ جداگانہ موقوف کر کے ہمراہ حنفی نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اہلِ مذہب امام احمد حنبلؒ پہلے ہی سے تھوڑے تھے لہٰذا اُن کی جماعت سوائے فجر کے جداگانہ مقرر نہیں ہوئی — اسی مجلس میں جوازِ اقتداء، خلفِ امامِ مخالفِ مذہب کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ ہمارے مذہب میں مطلقاً جائز ہے بلا کراہت — اگرچہ امام مراعاتِ موضعِ خلاف نہ بھی کرے — اس لئے کہ یہ مسائلِ خلافیہ موضعِ اجتہاد میں ہیں اور حق ان مذاہب میں دائر ہے، خطائے مجتہد، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اور مجتہد خطاء میں معذور بھی ہے علاوہ ازیں صواب و خطا ہر طرف محتمل ہے

بعد ان مذاکرات کے فقیر نے مولانا محمد مہدی مغربی سے اور آپ سے دعا چاہی ان دونوں نے دعائے طویل شامل بر ۔ خیر دارین ۔ کی ۔ ان دعاؤں سے دل کو بہت راحت حاصل ہوئی ۔ والحمد اللہ علی ذالک ۔ باقتضائے کرم و حسنِ اخلاق ، انھوں نے فقیر سے کہا کہ تو بھی ہمارے لیے دعا کر ۔ میں نے کہا کہ میں اس لائق کہاں ہوں ؟ آپ لوگ سادات ہیں ، اللہ کے گھر کے پڑوسی ہیں ، ہم مسافر ہیں آپ کے پاس طلبِ دعا ہو کر آئے ہیں ۔

بلدِ امین کے عوام و خواص کی خوش اخلاقی

تمام باشندگانِ بلدِ مکہ ، مخالطت اور مصاحبت میں حسنِ اخلاق کے ساتھ متصف ہیں ، علما و سادات ، مسافرین کے ساتھ حسنِ خلق اور تواضع کا معاملہ کرتے ہیں ۔ باوجود وفورِ علم و فضل ، کبر و غرور سے آشنا نہیں ہیں ۔ ایک دن بعد طوافِ عمرہ اور بعد ادائے دوگانہ ، بڑے سعی بین الصفا والمروہ آیا ، ابھی متصل حجرِ اسود ، مطاف ہی میں تھا کہ ایک بڑے میاں اس بلدِ مبارک کے ساکنین میں سے جن کو میں اکثر دیکھتا تھا ۔ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کرو ۔ میں نے کہا سیدی ! میں اس قابل کہاں ؟ تم لوگ جیرانِ خدا ہو ، اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر فضیلت دی ہے ۔ تم ہمارے لیے دعا کرو ، انھوں نے کہا نہیں تم زیادہ مستحق دعا ہو تم وفد اللہ[1] ہو تمھارے لیے شرف ہے ۔ اُن کے اس قول نے میرے دل پر عجیب اثر کیا ، بے اختیار رونا آ گیا اور میں نہیں سمجھا کہ اُن بزرگ کے کلام میں کیا تاثیر تھی کہ صفا تک جانے اور صفا سے مروہ تک آنے کے وقت تک وہ رقت باقی تھی ۔

(۸) (مولانا) محمد مراد سندھی متبحر اور متقی عالم تھے ۔ آخر میں سندھ سے حرمین آ گئے تھے ۔ حاکمِ جدہ کو آپ سے عقیدت تھی اس نے ایک مکان ، ایک خانقاہ اور ایک مسجد آپ کے لیے بنوا دی تھی ، چند سال بعد جدہ ہی میں وفات پائی ۔ علوم دینیہ میں آپ کا تبحر آپ کی بیاض سے ظاہر ہوتا ہے جس کی ضخیم ضخیم چار جلدیں ہیں ۔ فوائدِ علوم تفسیر و حدیث و فقہ ، کتبِ معتبرہ سے چن چن کر اپنے خط سے اس بیاض میں جمع کیے ہیں ۔ ان کے دو پسر تھے ۔ محمد حسین اور محمد یٰسین ۔ دونوں تقویٰ اور حسنِ خلق میں باپ کے خلفِ الصدق تھے ، دونوں کو فقیر سے انتہائی محبت تھی ۔ چھوٹے بھائی محمد حسین بعد ادائے حج ، اوّل ماہ محرم میں فوت ہو گئے ۔ محمد یٰسین برادرِ کلاں جدہ میں سکونت پذیر ہیں ۔ کتابہائے عجیب و غریب اُن کے کتب خانے میں دیکھیں ۔ مشاہیر مشائخ طریقت جو اس ملک میں تھے اور ابھی چند سال ہوئے جو انتقال کر گئے ہیں اُن کی قبور کی زیارت بھی کی ۔ مثلاً شیخ محمد سمان جو کہ قادری تھے مدینۂ منورہ میں ۔ اور سید عبد الغنی ۔ طائف میں ۔ ان دونوں بزرگوں کے کمالات اہلِ زمانہ کے نزدیک مسلّم ہیں ۔

اہلِ مکہ کے بعض مراسم

تمام مردم مکۂ معظمہ کے رخساروں پر تین تین خط دیکھے گئے ۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مدت سے یہاں کے ساکنین کی قرارداد یہ ہے کہ جو لڑکا یہاں پیدا ہوتا ہے بعد چالیس روز کے اس کے دونوں رخساروں پر اُسترے سے مزید چشم تین

[1] اللہ کے مہمان

نگاف کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان خطوط کا نشان تمام عمر باقی رہے۔ اور مکہ کا پیدا شدہ دوسری جگہ کے مولود سے ممتاز ہو ــــ سب سے پہلے جو یہ رسم ایجاد ہوئی اس کو بھی بیان کیا گیا ــــ اسی دن بچے کو مسجد حرام میں لاکر آستانۂ باب بیت اللہ پر ڈال دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، پھر وہاں سے اٹھاکر زمزم پر لے جاکر غسل دیتے ہیں اور پھر گھر لے جاتے ہیں ــــ جنازے کو اندرون مطاف لاکر باب بیت اللہ کے قریب زمین پر رکھ دیتے ہیں اور نماز پڑھ کر دفن کو لے جاتے ہیں۔ فقیر نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ فقہاء جنازے کو اندرون مسجد لانے کو منع کرتے ہیں۔ مسجد حرام میں اس کے خلاف عملدرآمد کیوں ہے؟ انھوں نے کہا کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں تبرک اور استشفاع (طلب شفاعت) کے لیے اندر لاتے ہیں اور یہ عمل ان دونوں مسجدوں کی خصوصیات سے ہے۔ مسجد دیگر میں اقوال علماء مختلف ہیں۔

شام و روم وغیرہ کے حاجیوں کی بعض خصوصیات

بلاد شام، روم، مصر، دیار مغرب، یمن، عراق، کردستان اور اس کے آس پاس کے لوگوں کی ابتدائے اسلام سے یہ عادت ہے کہ اغنیاء اور اہل ثروت حج کرنے اور زیارت روضۂ رسول اللہ ﷺ کو لازم و ضروری جانتے ہیں۔ ان ممالک میں شاید کوئی ہوگا جو باوجود استطاعت کے حج نہ کرے ــــ یہاں کے قافلے کے قافلے ہر سمت سے حج کو آتے ہیں۔ اور جن لوگوں کا گذر مکے ہوئے مدینہ منورہ سے نہیں ہوتا وہ مراجعت کے وقت راہ مدینہ سے گذرتے ہیں۔ اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے ہیں ــــ ترکمان جو شام و روم سے آتے ہیں اس سفر میں راہ خدا میں مال کثیر صرف کرتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ لوٹتے وقت تمام نقد و جنس یہاں تک کہ ملبوس و مفروش اور جو کچھ جتنے اپنے ساتھ رکھتے تھے ــــ سب کے سب فقراء کو دیتے ہیں۔ سوائے خرچ راہ کے اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے ــــ یہ لوگ حرمین میں جس کسی سے دوستی کر لیتے ہیں ہر سال اس کو ہدیہ بھیجتے ہیں۔

تکروری

دوسرے ممالک اور جزائر میں سے بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ وہاں کے باشندے قلیل یا کثیر تعداد میں موسم حج کے زمانے میں مکہ معظمہ کے اندر نہ پائے جاتے ہوں۔ خصوصًا اہل تکرور۔ باوجودیکہ ان کا ملک انتہائے مغرب میں ہے یہ بدو سوڈان کی سرحد پر ــــ لیکن ان کی کثیر جماعت ٹڈی دل کی طرح حج کے لیے آتی ہے ــــ سب سیاہ فام و مسکین اور غریب ہوتے ہیں۔ منیٰ کی قربانیوں کا گوشت جس سے منیٰ کی تمام وادی اور اسکے کوچے بھر جاتے ہیں زیادہ تر یہی اہل تکرور اس گوشت کو کھاتے ہیں۔ گوشت کا قیمہ کر کے لے جاتے ہیں ــــ عجیب بات یہ ہے کہ ان میں جاہل کوئی بھی نہیں ہوتا۔ کم و بیش ہر ایک پڑھنے لکھنے کی استعداد رکھتا ہے۔ یہ لوگ ارکان اسلام کا تقید و التزام رکھتے ہیں۔ تمام اہل مغرب و تکرور، مالکی ہیں ــــ

اہل ہند

ہندوستان میں جو غنی اور اہل استطاعت ہیں یعنی جن پر شرعًا حج فرض ہے وہ کم و بیش و مغرور

وجوہ معاش اور خوفِ زوالِ مال میں ایسے مشغول ہیں کہ فرصت ادائیگی امورِ دین ہی نہیں رکھتے۔ اُن دیار میں جو کم از کم نمازِ پنجگانہ اور صومِ رمضان کی بھی توفیق رکھتا ہو اُس کے متعلق کہا جا سکتا ہے وہ تقویٰ و ورع کے اعلیٰ درجے پر ہو۔ اور فرضیت حج و زکوٰۃ تو گویا اُن کے کانوں تک پہونچی ہی نہیں — حدیث میں ایسے شخص کے متعلق سخت وعید آئی ہو جو مالک زاد و راحلہ ہو اور حج نہ کرے —— ہندوستان سے چل کر جو لوگ یہاں آتے ہیں اُن میں اکثر فقرا ہوتے ہیں۔ اُن فقرا میں وہ لوگ جو محض شوقِ زیارتِ حرمین کی وجہ سے آمادۂ سفر ہوئے ہوں اور صبر و قناعت رکھتے ہوں کم ہوتے ہیں۔ ان صبر و قناعت والوں کا اللہ تعالیٰ اپنے لطفِ جمیل اور فضل سے کفیلِ مہماتِ حوائج ہوتا ہے اور یہ لوگ عرب میں جہاں جاتے ہیں معظم و مکرم رہتے ہیں۔ سچ ہے جو قناعت کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے اور جو طمع کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے —— اکثر ہندوستانی وہ ہیں کہ غلبۂ فقر، تنگیٔ سینہ اور صبر کا کم ہونا اُن کو جگہ جگہ لیے پھرتا ہے اور یہاں آکر گدائی کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ بعضے تو ایسے پائے گئے کہ بھوک میں مر گئے اور ان کے مرنے کے بعد زر و سیم اُن کے پاس سے برآمد ہوا۔ اسی بنا پر عرب میں اغنیائے ہند، بخل و بے دینی کے ساتھ اور فقرائے ہند گدائی و بے صبری کے ساتھ ضرب المثل اور مشہور ہیں۔ —— ایسے لوگ چونکہ بسبب بے صبری، بہت سی اذیت، سفرِ بر و بحر میں جھیلتے ہیں لہٰذا ہندوستان پہونچ کر ان مشقتوں اور تکلیفوں کو اور زیادہ مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس سے سامعین کی ہمتیں ضعیف اور داعیۂ حج سست ہو جاتا ہے ——

لوگوں نے سفرِ حرمین کو بلائے عظیم اور مصیبتِ جسیم قرار دے رکھا ہو اور نوبت یہاں تک پہونچی ہو کہ اگر کوئی بارادۂ طلبِ معاش دور دراز ملکوں کو جانا چاہے تو اس کو کوئی نہیں روکتا اور جب سفرِ حرمین کا ذکر زبان پر لاتا ہو تو اس کے اہل و عیال اس کے مرنے کے دن سے زیادہ ماتم کرتے ہیں، اس سے ناامید ہو جاتے ہیں اور حتی الامکان اس کو اس سفر سے باز رکھتے ہیں۔

سمندری سفر آرام دہ ہے

فقیر نے جو کچھ مشاہدہ کیا ہے اس کی رو سے کہتا ہے کہ کوئی سفر سمندری سفر سے زیادہ آرام دہ نہیں ہو۔ سفر در وطن کے معنی اس سفر میں واضح ہوتے ہیں۔

راہ مکہ و مدینہ

میں نے سنا تھا کہ راہ مکہ و مدینہ میں صعوبتیں بہت ہیں، میرے لیے تو یہ سفر بھی خوشگوار تھا بجائے اور شغلوں کے تماشے سے۔ قربِ مزارِ سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر دیدہ و دل میں ایک نور و سرور حاصل ہوتا تھا کسی قسم کی حسی و معنوی اذیت فقیر کو تو محسوس ہوئی نہیں۔ جدے سے مکۂ معظمہ تک اور مکۂ معظمہ سے مدینۂ منورہ تک دو شتربان — جو بد خلقی اور درشتیٔ طبع میں مشہور ہیں مثل خادموں اور غلاموں کے خدمت کرتے چلے گئے۔ یہ تمام خیر صاحبِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فضل و انعام سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد النبی ابداً

قصدِ مدینۂ منورہ نصف ماہ صفر کو قصدِ سفر مدینۂ منورہ و زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا۔ کوچ سے دو روز پہلے، بعد نماز عشا متصل مصلّائے مالکی، مطاف میں بیٹھا ہوا تھا اور رات چاندنی تھی۔ اور کعبۂ معظمہ کا اس وقت جاہ و جلال عجیب شان سے نظر آرہا تھا۔ اتفاقاً ایک درویش، علی نام جو بغداد کے رہنے والے ہیں، بعد سیاحت مصر و شام، چند سال سے مجاور حرمین ہیں ـــــ مرد صالح اور عالم ہیں ـــــ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، بعد مکالمہ وحصولِ تعارف میں نے اُن سے کہا کہ تم مرد صالح ہو میرے لیے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میرا یہ سفر قبول فرمائے۔ انھوں نے کہا کہ "کیا تم اس شخص کو جس سے راضی نہیں ہو ـ اپنے گھر آنے دیتے ہو؟" میں نے کہا کہ نہیں ـــــ انھوں نے کہا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں کو اپنے گھر بلاتا ہے جن سے راضی ہوتا ہے اور بیگانوں کو اپنے گھر داخل نہیں ہونے دیتا۔ پھر کہا کہ حق تعالیٰ اپنے علم قدیم کی رو سے ہمارے ایک ایک عیب کو جانتا ہے۔ اور جب کوئی کسی غلام کو اس کے کسی عیب پر مطلع ہو کر خریدتا ہے تو اس عیب کی وجہ سے اُس غلام پر عتاب نہیں کرتا۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امیدوار ہیں کہ ہمارے ان عیبوں کو جن سے وہ ہمارے پیدا ہونے سے پہلے واقف ہے ـ پوشیدہ رکھے گا اور اُن کی بنا پر ہم سے مواخذہ نہ کرے گا۔ اُس درویش کے کلام سے اس وقت دل کو ایک راحت پہونچی، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے ـــــ اس کے بعد میں طواف کے لیے کھڑا ہوا اُس وقت غلبۂ شوق و ذوق میں یہ اشعار زبان پر آرہے تھے۔

تو بعلمِ ازل مرا دیدی	دیدی آنگہ مرا بخریدی
تو بعلمِ آں و من بعیب ہماں	رد مکن آنچہ خود پسندیدی

اب وقت وداع نزدیک پہونچ گیا تھا ـ نصف شب کے بعد تک طواف میں رہا۔ دل نہ چاہتا تھا کہ قیام گاہ پر آؤں ـ

طوافِ وداع حرم رب جلیل سے حرم نبی نبیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کوچ کا ارادہ مصمم ہونے کے بعد شب پنجشنبہ ۱۰ صفر ۱۲۰۲ھ کو بعد نماز مغرب، طواف وداع کیا اور اور براہِ جدہ روانہ ہوا۔ اس وقت فراق بیت اللہ کا رنج، شوقِ زیارت روضۂ رسول کے ساتھ جمع ہو کر عجیب کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ ٥

عید رمضاں آمد و ماہِ رمضاں رفت
صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

در حقیقت ایجادِ عالم و آدم سے مقصود، ظہورِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا ــــ جس کسی چیز میں جس قدر شرف و کرامت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب و اختصاص کے بقدر ہے۔ مکۂ معظمہ ان کا مولد و منشا ہے۔ مدینۂ منورہ اُن کا مستقر ہے زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً ــــ ایک شاعر نے ذیل کے قطعے میں وداعِ کعبہ کے متعلق خوب کہا ہے، اور رعایتِ ادب کو ملحوظ رکھ کر موتی پروئے ہیں۔

از مکہ سوئے مدینہ چوں کردم تک — رفتم بوداعِ کعبۂ انس و ملک
از رکن و مقام و حجر و زمزم یک یک — آواز آمد کہ لیتنی کنت معک

یعنی جب میں مکہ سے مدینہ جانے لگا اور طوافِ وداع کیا تو رکن، مقام اور حطیم یک یک سے یہ آوازیں آنے لگیں کہ کاش ہم بھی تیرے ساتھ مدینۂ منورہ چلتے۔

حدّہ

وقتِ سحر حدہ پہونچنا ہوا۔ یہ ایک قریہ ہے مکہ اور جدّہ کے درمیان۔ حدیبیہ جہاں پر بیعتِ رضوان ہوئی تھی اور جس کا واقعہ مشہور ہے اسی مقام کے متصل ہے لیکن موضعِ نزولِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب تعین کے ساتھ معلوم نہیں ہے ــــ

جدّہ

جُدّہ ــ بضم جیم و تشدیدِ دال ــــ یعنی ساحل ــــ اسی وجہ سے یہ بندرگاہ اس نام سے موسوم ہوئی ــــ مکہ جدّہ سے سیدھا بسمتِ مشرق ہے۔

جدّے کی آبادی، خلافتِ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے ہوئی۔ اس سے پہلے مکہ کا بندرگاہ دوسرا تھا ــــ اس وقت جدّہ بڑا شہر اور مشہور بندرگاہ ہے۔ ممالکِ روئے زمین سے تجار، عمدہ عمدہ چیزیں سمندری راستے سے یہیں لاتے ہیں اور یہاں سے اطراف کو لے جاتے ہیں۔ شریفِ مکہ کو بڑا محصول اسی بندرگاہ سے حاصل ہوتا ہے ــــ وہ قہوہ کا محصول ــــ جو کہ یمن سے آتا ہے، بلا شرکت اپنے اخراجات کے لیے لیتا ہے اور وہ دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور دیگر اجناس کا محصول آدھا شریف کو پہونچتا ہے اور آدھا سلطانِ روم کی جانب سے مکہ و مدینہ کے مصارف و وظائف کے لیے وقف ہے۔

بیرونِ شہر شمال کی جانب اُمّ البشر حوا علیہا السلام کی قبر ہے ـــــ عوام اسی وجہ سے اس شہر کو بفتح جیم (جدّہ یعنی دادی) بولتے ہیں ـــــ

سید علوی کی قبر اندرونِ شہر زیارت گاہ ہے ـــــ جس کسی پر کسی کا کوئی حق مال وغیرہ کا ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو سید مذکور کے مزار کے قریب آکر بیٹھ جاتا ہے، پھر حاکم اور صاحب حق اُس سے مطالبہ نہیں کرتے۔

راہ مدینہ کے بقیہ منازل

بروز دوشنبہ ـــــ ۲۲ صفر کو ـــــ شہر سے باہر نکلے اور دو روز قافلے کے درست کرنے کے لیے حضرت حوا کے مزار کے قریب ٹھہرنا ہوا۔

۲۴ صفر کو بسمت مدینۂ منورہ کوچ کیا ـــــ ۲۸ صفر کو ـــــ رابغ میں اُترے ـــــ رابغ ایک چھوٹا گاؤں ہے اور ایک مختصر سا بازار رکھتا ہے ـــــ اس کے قریب جحفہ ہے ـــــ جو اہل مصر و شام کا میقات ہے ـــــ اب جحفہ ویران ہے ـــــ رابغ سے احرام باندھتے ہیں ـــــ جحفہ سے مدینہ کا وہ راستہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے حج چلے تھے اب مدت سے چھوٹا ہوا ہے ـــــ اب جو راستہ ہے وہ ابوا کا ہے ـــــ کہ بقول صحیح قبر آمنہ اُمّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر ہو کر گزرتا ہے اور مسجد غزالہ میں ـــــ جو کہ کنارہ وادی روحا ہے ـــــ پہلے راستے سے متصل ہو جاتا ہے ـــــ اس موجودہ راستے میں بعض شتربان جو کہ ساکنین بدر ہیں قافلے کو بدر کو لے جاتے ہیں اور بدر سے صفرا میں لاتے ہیں اور صفرا کے شتربان بدر نہیں جاتے ہیں۔ بدر و صفرا میں تین چار میل کا فاصلہ ہے۔ ہم نے جن شتربانوں کے اونٹ کرایے پر لیے ہیں وہ باشندگان صفرا ہیں اسی وجہ سے بدر جانا نہ ہوا اور چونکہ یہ راستہ سوائے رات کے نہیں چلا جاتا ـــــ اور شتربان کسی کے کہنے سے کہیں ٹھہرتے نہیں اسی وجہ سے اکثر مواضع متبرکہ جو اس راستے پر ہیں اُن کی زیارت میسر نہ ہوئی ـــــ

ایک ابتلاء

عربان میں یہ ابتلاء واقع ہوتا ہے کہ بعد ظہر و عصر کوچ کرتے ہیں۔ وقت مغرب تھوڑا سا ٹھہرتے ہیں اور تمام رات چلتے ہیں پھر منزل کے قرب و بُعد کے لحاظ سے فجر سے پہلے یا بعد فجر اُترتے ہیں اور اس معاملے میں شتربانوں کے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ لہٰذا حنفیہ کو نمازِ عشا کا ادا کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بعضے سواری پر ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ صورت اُس وقت جائز

مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد شب چہار دہم ربیع الثانی کو بھی یہ سعادت میسر ہوئی اس میں بھی عجیب شان اور عجیب کیفیت تھی۔

منا عرفات اور مزدلفے میں حاضری

۵ ذی الحجہ کو زمزم شریف پر غسل کرکے زیر میزاب رحمت احرام باندھا۔ ۷ ذی الحجہ کی شب میں سعی صفا و مروہ سے فراغت حاصل ہوئی۔ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) میں جمعہ کے دن نماز جمعہ مسجد الحرام میں پڑھ کر منا کو روانگی ہوئی۔ بوقت عصر منا میں پہونچنا ہوا۔ تھوڑے سے حاجیوں کے علاوہ تمام حجاج اسی روز عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں اور منا کی شب گزاری جو کہ سنت ہے ترک کر دیتے ہیں۔ احقر نے منا میں مسجد خیف کے اندر رات گزاری صبح کو عرفات روانہ ہوا اور بعد ادائے ظہر و عصر بجمع تقدیم (در مسجد ابراہیم) متوجہ جبل رحمت ہوا اور ایک چبوترے پر متصل مام شام تک وقوف کیا۔ اس وقت عجیب حال مشاہدے میں آیا کہ جم غفیر، صغیر و کبیر، غنی و فقیر کا جن کا شمار سوائے علیم و خبیر کوئی نہیں جانتا۔ اس موقف میں حاضر اور دست بدعا تھا آنکھیں گریہ و زاری میں اور دل بیقراری میں تھے۔ وہ عرصہ قیامت کا ایک نمونہ تھا اور عرفات سے مسجد الحرام کو لوٹنا اہل قیامت کا محشر سے جنت دار السلام میں لوٹنے کے مشابہ تھا۔ بعد غروب شمس، عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ میں رہا مغرب کو عشا کے ساتھ ملا کر پڑھا اور یوم النحر کی چاشت میں منا پہونچا۔ بعد رمی و ذبح و حلق براے طواف زیارت، حرم شریف آیا۔ بعد از طواف، داخلی خاص سے بھی مشرف ہوا۔ اس دن شیبی، صاحب المفتاح دروازہ کعبہ کھولتے ہیں۔ بعض لوگوں سے حق المفتاح لیتے ہیں اور ان کو اندرون بیت اللہ پہونچاتے ہیں۔ فقیر ظہر و عصر مسجد الحرام میں پڑھ کر منا واپس آ گیا اور روز نفر ۱۲ ذی الحجہ کو بعد رمی جمار، منا سے روانہ ہوا، اور محصب میں اس جگہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی نماز عصر پڑھی ✽ محصب میں اب ایک مسجد ہے اور جن مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل نزول تھا، وہاں ایک علامت بنا دی ہے اس جگہ نزول و توقف سنت ہے نماز شام مسجد الحرام میں آکر پڑھی اور دو صالح آدمیوں سے بہ نیابت والدین حج کرایا۔

اور خود بھی از طرف والدین اور بعض دیگر ذوی الحقوق کی طرف سے طواف ہائے مکرر اور عمرے کئے۔

نہر زبیدہ

یہ نہر — زبیدہ زوجہ ہارون رشید خلیفہ عباسی نے بنوائی ہے اس نہر کا بڑا فیض ہے (جس کی تفصیل بھی درج کی ہے) — صاحب تاریخ مکہ نے لکھا ہے کہ اس نہر جاری پر زبیدہ نے سترہ لاکھ اشرفیاں خرچ کیں اور جب کارندوں نے اس کام کی فراغت کے بعد نہر کا حساب، بغداد میں پیش کیا زبیدہ اس وقت دجلہ کے کنارے بیٹھی تھیں حساب کے دفتر کو دریا میں یہ کہہ کر ڈال دیا۔ ترکنا الحساب لیوم الحساب۔ ہم نے حساب یوم الحساب کی خاطر چھوڑا — یہ بھی کہا کہ جس شخص کے پاس ہمارا کچھ رہ گیا ہو ہم نے اس کو معاف کیا اور جس کسی کا حق ہمارے اوپر باقی رہا ہو وہ آئے اور لے جائے یہ کہا اور سب کو خلعت و انعام دیا — اور یہ خیر جاری اپنے بعد یادگاری چھوڑی۔

سلاطین اسلام اور حرمین شریفین

جو کچھ سلاطین و ملوک زمانہ ماضی نے — خیرات و صدقات، تعیین وظائف و اوقاف اور بنائے مدارس و مساجد نیز خانقاہات و رباطات کا انتظام حرمین شریفین میں کیا ہے — کتب تاریخ کے مطالعہ کے بعد اس انتظام سے واقف ہو کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، تمام ملک مصر بعض توابع شام کے ساتھ بادشاہ روم کی طرف سے حرمین شریفین پر وقف ہے۔ اگرچہ وہاں کے حاکم ادائے مال واجب میں کوتاہی کرتے ہیں تاہم جو کچھ اب بھی پہونچتا ہو اور خدام دائمہ، موذنین و مدرسین اور قضاۃ و مفتیین اور دیگر ساکنین حرم پاک اور فرش و قنادیل میں صرف ہوتا ہے وہ ایک بڑی رقم ہے — مکہ معظمہ میں ۵۰ حنفی اماموں، ۵۰ شافعی اور اسی قدر یعنی ۱۵ مالکی اور دو ایک حنبلی اماموں کو — وظیفہ سلطان کی طرف سے معین ہے — سوائے موذنین و مکبرین و مذکورین و دیگر اہل خدمت کے اس سال صوبہ دار مصر کے وکلا نے بعد حج چند روز تک حرم شریف میں لوگوں کو وظائف تقسیم کئے — ہر روز زر سرخ کے انبار ان وکلا کے پاس رکھے جاتے تھے اور شام تک تقسیم ہو جاتے تھے۔ اُن بدویوں اور اعراب کے وظائف بھی جو راہ شام و مدینہ و مکہ

تو ہے جب کہ ظنِ خوف غالب ہو. لیکن جماعت فوت ہو جاتی ہے — اور بعض لوگ تقلیدِ شافعی، مغرب کے ساتھ، نمازِ عشار کو جماعت کے ساتھ جمع کر لیتے ہیں — بوقتِ ضرورت اس تقلید کا جواز درمختار میں مذکور ہے — مفتی عبد الملک حنفی نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر ان شرائط کے ساتھ جو نزد شافعیہ لازمی ہیں —

صفرا

۲۰ صفر کی شام کو رابغ سے کوچ ہوا — سحر چہارشنبہ یکم ربیع الاول کو صفرا میں ورود ہوا. صفرا ایک قریہ ہے، ایسی وادی میں واقع ہے جس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں. یہاں بازار ہے. کھجور کے باغات بہت ہیں — کھجور کے درختوں کے نیچے ترکاریاں اگاتے ہیں. اور آبِ جاری کی وہ نہر جس سے باغات کو پانی دیتے ہیں ایک دلچسپ سیرگاہ ہے —

سید سمہودیؒ نے تاریخِ مدینہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند بار اس راہ صفرا سے گزرے ہیں. اسی کے متصل حضرت عبیدۃ بن الحارث مطلبیؓ کی قبر ہے جو بدر میں مجروح ہوئے تھے اور اس جگہ انتقال کیا تھا — صفرا کے لوگ اس کو قبر ابوذر غفاریؓ بتلاتے ہیں. یہ غلط ہے. حضرت ابوذر غفاریؓ کی قبر ربذہ نواحی نجد میں، مدینہ منورہ سے چار روز کے راستے پر ہے —

وادیٔ خیف

بعد دو دن قیام کرنے کے بروز جمعہ ۳ ربیع الاول کو، دن کے آخری حصہ میں صفرا سے کوچ ہوا — آدھی رات کو وادیٔ خیف پر گزر ہوا — اس وادی میں بھی آبادی، بازار، باغات اور نہرِ آب، مثل صفرا کے ہے — اس راہ میں جدہ سے صفرا تک زمین ہموار تھی — پہاڑ داہنی طرف بہت دور تھے اور دریائے شور (سمندر) بائیں طرف تھا — صفرا کے قریب دونوں سمت کوہستان ہے خصوصاً خیف میں — شنبہ کے دن وادیٔ روحا کے کنارے مسجد غزالہ میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ مغرب ادا کی ہے — نماز پڑھی گئی.

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

صبح دوشنبہ، ۶ ربیع الاول کو — قافلہ مدینہ منورہ پہونچا اور بیرونِ شہر مناخہ میں متصل عیدگاہ نبویؐ اترا — اور یہ کمینہ بعد ادائے فجر وہاں سے ملاذِ عالمیان، ملجائے جہاں، شفیع امم، سرور بنی آدم، سید انام صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ عالم پناہ کی جانب متوجہ ہوا — باب السلام سے داخل ہوا — مصلائے مصطفوی پر تحیۃ المسجد پڑھ کر مواجہ شریف میں آیا. سلام اور آدابِ زیارت کو حسبِ قاعدہ

ادا کیا۔ اور غلبۂ شوق میں یہ اشعار سلسلۃ الذہب (جامی) وغیرہ کے پڑھے۔

سویم افگن ز رحمت نظرے ۔۔۔ باز کن بر رُخم ز لطف درے
زاریٔ من بشنو، تکلّم کن ۔۔۔ گریۂ من بشنو، تبسّم کن
لب بجنباں پئے شفاعتِ من ۔۔۔ منگر در گناہ و طاعتِ من
کہ نرفتم طریقِ سنتِ تو ۔۔۔ ہستم از عاصیانِ اُمتِ تو
ماندہ ام زیرِ بارِ عصیاں پست ۔۔۔ افتم از پا گرم نگیری دست
رحم کن بر من و فقیریٔ من ۔۔۔ دست دہ بہرِ دستگیریٔ من
خود بدستِ تو کے رسد دستم ۔۔۔ اینقدر بس کہ در رہت پستم
پست بودن براہِ تو خوشتر ۔۔۔ کز بلندی بعرش سودن سر

یا شفیع المذنبیں بارِ گناہ آوردہ ام ۔۔۔ بر درت ایں بار با پشتِ دوتاہ آوردہ ام
چشمِ رحمت برکشا، موئے سفیدم ببیں ۔۔۔ گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو ۔۔۔ ہستم آں گمرہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام
عجز و بیہوشی و درویشی و دلریشی و درد ۔۔۔ اینہمہ بر دعوئے عشقت گواہ آوردہ ام
دیو بر رہ در کمیں، نفس و ہوا اعدائے دیں ۔۔۔ زیں ہمہ در سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام
گرچہ روئے معذرت نگذاشت گستاخی مرا ۔۔۔ کردہ گستاخی زبانِ عذرخواہ آوردہ ام

دولتم ایں بس کہ بعد از مدتِ دور و دراز ۔۔۔ بر حریمِ آستانت می نہم روئے نیاز

یا رسول اللہ نمی گویم کہ مہمانِ توام ۔۔۔ یا فقیرے طعمہ خوارِ ریزۂ خوانِ توام

پس از ادائے آدابِ زیارت، شیخین کبیرین (حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور سیدۃ النساء (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) کے مواجہ میں آیا اور سلام عرض کیا۔ پھر

مواجہ شریف میں آیا ـــــ خدائے عظیم کی قسم اگر میرا ہر بُن مُو زبان بن جائے اور ہر زبان ہزارہا شکر اللہ تعالیٰ کے ادا کرے پھر بھی اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا کہ مجھ جیسے کمینے گناہ گار تباہ کار کو محض اپنے فضل و انعام سے اس موقفِ عظیم میں حاضر ہونے کا موقع دیا۔

شکر بشکر کہ مُردیم و رسیدیم بدوست ــ آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ ما

آفتاب اندر بدخشاں لعل سازد سنگ را ــ غیر خاموشی چہ گوید لعل، شکرِ آفتاب

خدا کی قسم یہ وہ جگہ ہے جس کو پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب مکرم کے لیے انتخاب کیا، اور تمام فتوحات و برکات اور انوار جنھوں نے مشرق و مغرب کا احاطہ کر لیا اسی جگہ سے ظاہر و ناشی ہوئے ہیں یہ وہ میدان ہے جو مہبطِ وحی ہے اور مورد ملائکہ اور مسکن سیدِ انس و جان رہا ہے ـــــ یہ وہ سرزمین ہے جو اقدامِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے نوازی گئی ہے۔

جنت البقیع کی زیارت سے بہاں اہلبیت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابرامت رحمہم اللہ مدفون ہیں۔ اور جبل احد اور وہاں کے شہداء کی زیارت سے نیز مسجد قبا اور اُن دیگر مساجد متبرکہ و آثارِ مقدسہ کی زیارت سے جو شہر مدینہ اور نواحی مدینہ میں مشہور ہیں ـــــ مشرف ہوا ـــــ چند بار روضۂ خُلیٰ اور درون گنبد حجرۂ منورہ بھی میسر آئی ـــــ یکم رجب کو جب کہ درون گنبد اپنے سر اور چہرہ کو دیوار سے مل رہا تھا اور ڈاڑھی کو اس زمینِ رشکِ علیین کے لیے جھاڑو بنائے ہوئے تھا ـــــ اس وقت اس احقر کے موقف سے قبر مکرم و معطر ایک ذراع کم و بیش ہوگی ـــــ

اس وقت احقر نے ارحم الراحمین سے بوسیلۂ رحمۃ للعالمین یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اس کمینے کو جب اس درگاہ میں دعا مانگنے کا موقع دے دیا ہے تو اب اس کے بعد کسی مخلوق کے دروازے پر حاجت طلب کرنے کے لیے نہ لے جانا ـــــ اور یادِ آخرت میں نیز اپنی پناہ میں رکھنا۔ یہ دعا بیت اللہ شریف کے اندر بھی الحاح و زاری سے مانگی تھی ـــــ فضلِ خدا اور شفاعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امید قبولیت ہے ـــــ وہاں سے آکر قبر سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے قریب اس جگہ کھڑے ہو کر جو زیرِ ستون ہے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھیں اور باہر چلا گیا ـــــ

اب جبکہ احقر انام، شرفِ مجاورتِ بلدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فائز ہے ــــ اخبار و آثار اور مشاہد و مزارات کی واقفیت کے شوق نے آمادہ کیا کہ وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفٰے کا مطالعہ کیا جائے ــــ یہ کتاب امام علامہ نور الدین علی بن عبداللہ سمہودی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے جو ۹۱۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے ــــ یہی کتاب ہے جو شیخ عبدالحق دہلویؒ کی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب (تاریخ مدینہ) کا ماخذ ہے ــــ عمدۃ الاخبار مولفہ احمد بن عبدالحمید الہاشمی الندھی جو ۱۰۳۵ھ میں تالیف ہوئی ہے ــــ کا بھی مطالعہ کیا ــــ ان کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی عبور حاصل کیا گیا ــــ فضائلِ زیارت، فضائلِ مدینۂ منورہ اور خصائص مدینۂ منورہ کو ان کتابوں سے اخذ کیا ــــ

حاضری کے دوسرے دن ایک بزرگ کے پاس جو ہندوستان سے آکر مدتِ مدید سے یہاں اقامت پذیر ہیں ــــ گیا ــــ اور اللہ کے اس فضل و کرم کا جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے، اُن سے ذکر کیا ــــ انھوں نے یہ شعر پڑھا ــــ

نازم بچشم خود کہ بروئے تو دیدہ است　　　رقصم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

اس شعر کو سن کر ایک خاص ذوق و شوق کی کیفیت پیدا ہوئی ۔ مواجہ شریف میں حاضر ہو کر مکرر یہ شعر پڑھا اور گریہ و زاری نے زور باندھا، غلبۂ شوق میں اپنے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں کو اس سے ملا ــ

یافتم در گذرے خاک کفِ پایش را　　　چوں نمالم رُخ خود یافتہ ام جایش را

مسجد نبوی میں خطبۂ جمعہ

منجملہ اُن اوقات کے جن میں ذوق و حضور اور لذت و سرور حاصل ہوا ایک خطبۂ جمعہ کا وقت ہے ــــ خطیب بالائے منبر کھڑے ہو کر ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے تو کہتا ہے ۔ اَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اور کہتا ہے ــــ قَالَ هٰذَا النَّبِیُّ صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ الْمُعَطَّرِ ــــ اور یہ کہتے ہوئے وہ اپنا چہرہ سوئے حجرۂ شریفہ کر لیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے ــــ اگر کسی کو حضورِ قلب کی کیفیت حاصل ہو تو اس وقت تصور کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اور آپؐ کی شکلِ مبارک کا اور اس بات کا کہ آپ بالائے منبر جلوہ فرما ہیں، تمام مہاجرین و انصار، زبانِ مبارک

ے احکام و اخبار سننے کے لیے کان لگائے بیٹھے ہیں ــــ آنحضرت اثنائے خطبہ میں ان کو طاعتِ حق کی ترغیب دے رہے ہیں اور شرائع و احکام بیان فرما رہے ہیں ــــ اور یہ بھی خیال کرے کہ میں اس محفلِ مجد و جلال میں، صفِ نعال کے اندر بیٹھا ہوا ہوں ــــ پھر جو سُرور و کیف حاصل ہو گا وہ بیان نہیں ہو سکتا ــــ

خطبائے حرمین خطبائے حرمین ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھتے ہیں ــــ لکھا ہوا خطبہ پڑھنا عیب سمجھتے ہیں۔ ہر خطبے میں ہر مہینے اور موسم کا خیال رکھتے ہیں۔ مثلاً عاشورا، رمضان، خصوصاً ایامِ حج ــــ کوئی زبردست حادثہ واقع ہوا ہو جیسے کسی بڑے شخص کی موت اس کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ہر خطبے میں ذکرِ بیت اللہ بھی کرتے ہیں۔ چونکہ یہ خطیب اہلِ زبان ہوتے ہیں اس لیے خطبے میں کمال دکھاتے ہیں ــــ فصاحتِ بیان، تجویدِ طلاقتِ زبان کے ساتھ جمع ہو کر قوتِ سامعہ کو لذتِ قوی عطا کرتی ہے۔ ہر چند خطبہ طویل ہوتا ہے لیکن فصاحتِ کلام اور حسنِ صوت کی وجہ سے دل اس کے سننے کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کوئی بے لطفی نہیں پیدا ہوتی۔

فضیلت شیخین ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ خداوند کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو ایک ہی طینت سے پیدا کیا ہے اور ان کو اسی طینت میں واپس کیا ہے ــــ تو میں بلاشبہ اپنی قسم میں صادق ہوں گا" ــــ یہ دونوں گرامی قدر خلیفہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دفن ہیں ــــ اور راہِ انصاف پر چلنے والے کے لیے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جب کہ مسلمان اپنے مُردوں کو بقصدِ تبرک، صلحا و اولیا کے زیرِ سایہ دفن کرتے ہیں اور اُن بزرگانِ دین کی برکت سے امیدِ مغفرت رکھتے ہیں، پس ہمسائگی سید المرسلین، شفیع الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ کتنا اونچا ہو گا؟ جس کی بصیرت نورِ توفیق سے منور ہو گی اور دل روشن ہو گا، وہ اہلِ بیتِ اطہارؓ، صحابۂ کبار اور مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب کا معترف و مصدق ہو گا، اُن سوابقِ عظام اور مساعیِ مشکورہ کی بنا پر جن سے کتبِ احادیث و سیر بھری ہوئی ہیں۔ ــــ تعجب ان لوگوں پر ہو جو صحابہ کے حقوقِ صحبت اور اُن کی خدماتِ عالیہ کو فراموش کر کے زبانِ طعن و انکار دراز کرتے ہیں ــــ سبحان اللہ ــــ اگر یہ تمام سعی و کوشش ــــ جو کہ صحابۂ کرام ابتدائے اسلام میں برائے

تقویتِ دین، سید المرسلینؐ کے روبرو کر چکے ہیں ـــــ منکروں کے زعمِ باطل کی رو سے ضائع و بے فائدہ رہی اور وہ شفاعت رحمۃ للعالمینؐ سے نعوذ باللہ محروم رہے ـــــ تو ہم کو باوجود ان افعالِ قبیحہ، طاعتِ غیر صحیحہ، عبادتِ کاسدہ اور اعمالِ فاسدہ کے اپنے حال پر رونا چاہیے ہم کس منہ سے نجات و شفاعت کی توقع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کے عیوب تلاش کرنے کی توفیق دے اور سلف صالحین بلکہ جمیع مسلمین سے بدگمانی کرنے سے محفوظ رکھے ـــــ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ـــــ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم ـــــ

مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں۔

غافل این خلق از خود اے پسر — لاجرم گویند عیب یکدگر
چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکان برد
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس — کم زند در عیب معیوبان نفس
ہر کرا افعال دیو و دد بود — با کریمان ہم گمانش بد بود
ہر کسے کو عیب خود دیدے ز پیش — کے بُدے غافل وے از اصلاح خویش

خواجہ فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔

چند گوئی مرتضیٰؓ مظلوم بود — از خلافت راندہ و محروم بود
چون علیؓ شیر حق است و تاج سر — ظلم نتوان کرد بر شیر اے پسر
در تعصب میزند جان تو جوش — مرتضیٰ را جان چنین نبود خموش
مرتضیٰ را این مکن بر خود قیاس — زانکہ در حق بود غرق آن حق شناس

اہلِ مدینہ کے جنازے

جنازے کو اندرونِ مسجدِ نبوی مواجہ شریف میں لاتے ہیں۔ اور اس دریچے کے قریب رکھ کر جو کہ محاذی مواجہ شریف ہے ـــــ مُردے کے لیے طلبِ شفاعت

توسل کرتے ہیں بعدہٗ مسجد میں نماز جنازہ پڑھ کر، روضۂ جنت سے گذر کر جنت البقیع کو لے جاتے ہیں۔ میں ایک دن مواجہ شریف میں بیٹھا ہوا درود خوانی میں مشغول تھا کہ ایک جنازہ اسی طرح لایا گیا۔ مجھ کو اس مرنے پر رشک آیا، کاش یہ مُردہ میں ہوتا۔

نوزائیدہ اطفال مدینہ اطفال نوزائیدہ کو ان کی مائیں چالیس دن کے بعد بروز پنجشنبہ حرم نبیؐ میں لاتی ہیں۔ اور خواجہ سرا بچوں کو ہاتھوں پر رکھ کر شباک (جالی) کے اندر لیجاتے ہیں اور مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دعائے برکت عمر و صلاح عمل کرتے ہیں۔

دُعا بہ توسّل اہل مدینہ کی عادت ہے کہ جب کوئی اہم عظیم مثل استسقاء یا دفع مظالم کے درپیش ہوتی ہے تو اکابر و اعیان عصر، مواجہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں اور اس دروازہ کو جو جہت قبلہ شباک حجرہ میں ہے کھولتے ہیں۔ مصحف عثمانی کو باہر لاتے ہیں اور جناب باری تعالیٰ میں بتوسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفع بلا کی درخواست کرتے ہیں — یہ مصحف حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے از روئے قول صحیح اسی جگہ موجود ہے۔ ان دنوں کہ احقر مدینہ منورہ آیا ہوا ہے سلطان دوم عبدالحمید خاں کا نامۂ مبارک باشندگان حرمین کے نام پہونچا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ لشکر اسلام کا کفار بنی اصفر سے مقابلہ ہے — چاہیئے کہ جماعت مسلمین برائے نصرت اہل اسلام و مقہوری کفار دُعا کریں — اس پیغام کے آنے کے بعد ہر دو شنبہ، پنجشنبہ کو شیخ الحرم، قاضی، مفتی اور دیگر اعیان کے ساتھ بعد نماز فجر نزدیک شباک آتے ہیں اور قاری سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا پڑھتا ہے اور حاضرین حجرۂ شریفہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں۔ بروز جمعہ ۱۲ ربیع الثانی کو بعد نماز جمعہ یہ سب مواجہ شریف میں آئے اور مصحف مذکور کو باہر لا کر صحیح بخاری کا ختم کرایا اور مصحف سے سورۂ فتح پڑھی گئی۔ پھر دعا ہوئی — خطیب نے ایک فصیح و بلیغ دُعا پڑھی اور جناب مصطفیٰؐ سے توسل و استشفاع کیا۔ فقیر اس مجمع میں حاضر تھا اس وقت عجب حال مشاہدے میں آرہا تھا۔ مگر بسبب ہجوم، زیارت مصحف سے محروم رہا — دوستوں میں سے ایک جو اس مصحف کے قریب تھا اُس نے کہا کہ میں نے مصحف کی زیارت کی اور اس کو سر پر رکھا — اس کا خط کوفی ہے اور اس کے اوراق جھلّی کے ہیں —

بنو الاصفر بنو الاصفر ایک قوم ہے اُس کی کثرت سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔ ان کا

ملک اقصائے بخارا سے لے کر سرحد روم تک ہے، سلطان روم کا اُن سے مقابلہ رہتا ہے۔ وہ عساکر اسلام کو ان سے جہاد کرنے میں ہمیشہ مشغول رکھتا ہے۔

احوال ملک روم سُنے

شیخ علی نام ایک عالم و مدرس ہیں وہ سالہا سال اسلامبول (استنبول) میں جسکو قسطنطنیہ بھی کہتے ہیں رہے ہیں ــــ اب مجاور مدینہ منورہ ہیں ــ ایک دن مدینہ منورہ کے ایک باغ میں کہ چاہ ابو ایوب انصاری رض اس میں ہے ــــ بقصد سیر و تفریح میں اور وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے احوالِ ملکِ روم، اطوار سلطان، دیگر خصوصیات قسطنطنیہ اور کفّار مذکورین کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے بہت سے عجائب و غرائب ذکر کیے ــــ

شریف سرور کی خبر وفات

۱۸ ربیع الثانی ۱۲۰۲ھ کو شریف سرور نے مکہ معظمہ میں وفات پائی ان کا مجمل تذکرہ اوراقِ سابق میں گزر چکا ہے ــ ابھی وہ کچھ اوپر تیس سال کے تھے کہ صرصر اجل نے ان کے نہالِ عمر زندگانی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ــــ مدینہ منورہ میں جب یہ خبر پہونچی ــــ خطیب نے جمعہ کے دن خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے دوام و بقا، اہلِ دنیا کی موت و فنا اور زوالِ ملک و دولت کا ذکر ابتدا میں اس انداز میں کیا کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی ــــ بعد نماز جمعہ مسجد نبوی میں نماز جنازہ غائبانہ شریف سرور پر پڑھی گئی ــــ امام شافعی المذہب تھا سب نے اس کی اقتدا کی۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ نے اپنے ملک میں وفات پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رض سے فرمایا کہ مرد صالح اصحمہ نجاشی فوت ہو گیا ــــ اس کے بعد صحابہ کے ساتھ نجاشی رض پر غائبانہ نماز پڑھی ــــ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سفر تبوک میں تھے کہ معاویہ لیثی صحابی رض نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، جبرئیل علیہ السلام نے ان کی موت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ اُن پر بھی آپ نے غائبانہ نماز پڑھی ــــ نماز جنازہ غائبانہ مذہب شافعی میں جائز ہے نزد حنفیہ جائز نہیں ــــ ان احادیث سے استدلال کے جوابات جو حنفیہ نے دیئے ہیں وہ اپنی جگہ کتابوں میں موجود ہیں ــــ

حرمین شریف میں یہ قاعدہ ہے کہ جب اکابر میں سے کسی کی خبر موت سنتے ہیں تو مذاکرہ کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں شہر میں وفات پائی ہے اے مسلمانو! اس پر نماز جنازہ پڑھو ــــ پس شافعی

امام، امامت کرتا ہے اور اکثر حنفیہ بھی اس کی اقتدا کرتے ہیں۔

شریف نو کی خوشی

بحکم شیخ الحرم شریف نو کے جلوس سے خوشی کا اظہار کرنے کے لیے بازار مدینہ کی چند دن زینت کی گئی۔

شیخ الحرم

شرفائے مدینہ سادات حسینی ہیں، زمانۂ سابق میں اس بلدۂ طیبہ کی حکومت ان کے ہی کف اقتدار میں تھی۔ جب ہتک حرمت حرم شریف، اُن سے ظہور میں آئی اور اندرون مسجد متصل شباک حجرۂ شریفہ، کرسیاں بچھا بچھا کر بیٹھنے لگے اور وہاں بیٹھ کر قہوہ پیتے تھے۔ سلطان روم کو اس حال کی خبر ہوئی۔ ایک شخص کو بھیج کر ان کو ان اعمال سے باز رکھا اور حکومت سے ان کا دست تصرف کوتاہ کر دیا۔ اس دن سے شیخ الحرم، سلطان کی جانب سے مقرر ہوا، چند سو آدمی اہل لشکر سے برائے محافظت قلعہ و شہر متعین ہو گئے۔ اب چند آدمی ان شرفا میں سے یہاں موجود ہیں اور اُس وظیفے سے جو سلطان کی جانب سے آتا ہے اور بعض باغوں کی آمدنی سے بسر اوقات کرتے ہیں۔ اب فقط خطبے میں بعد نام سلطان و شریف مکہ، شریف مدینہ کا نام ان الفاظ سے مذکور ہوتا ہے۔ اللھم اصلح امیر المدینۃ شریف صالح

سلاطین روم خدام مدینہ کی فہرست میں

آثار سعادت سلاطین روم سے یہ بھی ہے کہ منجملہ خدام حرم مدینہ، فراشین کا جو گروہ ہے اور جس کا کام اندرون شباک گنبد خضرا جاروب کشی کرنا اور قنادیل روشن کرنا ہے۔ اس گروہ کا سردار سلطان نے خود کو قرار دیا ہے، اور اپنا نام بھی دفتر خدام میں ثبت کرایا ہے، نیز اپنے نام کا وظیفہ بھی دیگر خدام کی طرح مقرر کیا ہے۔ نائب سلطان اس کام کی انجام دہی کے لیے مدینہ میں رہتا ہے۔ اس زمانے میں نائب سلطان شیخ حسین عباسی ہیں جو شیخ ابو الفتح مفتی حنفی کے چچازاد بھائی ہیں۔ وہ نیابت سلطان میں اندرون حجرہ جا کر اول خود جاروب کشی کرتے ہیں اور قنادیل روشن کرتے ہیں اُن کے بعد دوسرے خدام اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ جب نیا بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے تو اپنے نائب کو روم سے صلہ و عطا بھیجتا ہے۔ سلاطین روم اس عہدۂ خدمت جاروب کشی کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں۔

سلطان دیار مغرب کی داد و دہش

شریف عبداللہ بن محمد، سلطان دیار مغرب نے امسال،

حرمین کو جو ہدایا بھیجے ہیں اُن میں ایک لاکھ بیس ہزار زرِ سُرخ جو کہ ہندوستان کے تقریباً دو لاکھ روپے ہوتے ہیں برائے اہلِ مدینہ تھے ـــــ ان میں سے پچپن ہزار حصہ سادات و شرفا کا تھا جس کو سید السادات نے تقسیم کیا اور سادات کے مرد و زن میں سے ہر ایک کو اسی اسمٰعیلی سے کم نہ پہونچا ہوگا ـــــ اہلِ امتیاز کو ایک سو اور ہزار تک دیا گیا ـــــ پچپن ہزار دیگر ساکنین مدینہ میں سے غنی و فقیر، زن و مرد، صغیر و کبیر، مملوک و آزاد سب کو پہونچا اور سات اسمٰعیلی سے کم کسی کو نہ ملا۔ بیس ہزار حُجرہ شریفیہ میں امانت ہیں، چالیس آدمیوں کے صرف کے لیے جن میں سے دس آدمی قرآن، دس دلائل الخیرات، دس درود شریف اور دس قصیدۂ بُردہ پڑھتے ہیں۔ سو اسمٰعیلی ماہانہ تنخواہ ان چالیس کو دی جاتی ہے۔

سلطان مغرب اور فن حدیث

سلطان مذکور نے دو کتابیں حدیث کی تالیف کی ہیں، اُن کے چند نسخے حرمین بھیجے ہیں اور اُن کتابوں کے درس دینے والوں کا سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ حرمین میں بعض اشخاص اُن کتابوں کا بھی درس دیتے ہیں ـــــ شہر مراکش جو دیارِ مغرب کا دار السلطنت ہے، خشکی سے پانچ ماہ کا راستہ ہے اور اسکندریہ و مصر ہو کر کچھ کم ہے ـــ

اہلِ مدینہ کے اطفال

اہلِ مدینہ کے اطفال خورد سال جو قرآن مجید حفظ کرتے ہیں، بعد مغرب مسجد شریف میں نزد منبر و محراب بیٹھتے ہیں، اپنا سبق دُہراتے ہیں اور اچھی آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ میں ایک رات اُستوانۂ اُمّ المومنین عائشہ کے قریب مشغولِ تلاوتِ کلام اللہ تھا کہ ایک لڑکا جس کا قرآن میں نے سُنا تھا، میرے پاس آیا اور کہا اَقْرَءُ عَلَیْكَ ـــــ (کیا میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں) میں نے کہا اِقْرَءْ ـــ (پڑھو)۔ اُس نے پڑھنا شروع کیا۔ اس کو دیکھ کر دو لڑکے اور آ کر بیٹھ گئے، میں نے ان کو کچھ دیا اور کہا کہ اس کو آپس میں برابر برابر تقسیم کر لو۔ وہ لڑکے خوش ہوئے، ان میں سے ایک بہت چھوٹی عمر کا تھا، شاید آٹھ سال سے زیادہ نہ ہو، اس چھوٹے بچے سے میں نے دریافت کیا کہ تم نے آج کیا کھایا تھا؟ اُس بچے نے جواب دیا کہ میں تم کو اس کا جواب نہیں دوں گا اپنے عمل کے ضائع ہو جانے کے خوف سے!۔ اُس کے بھائی نے کہا کہ یہ حدیث کا مضمون بیان کر رہا ہے کہ جس نے مسجد میں دنیا کی بات کی اُس نے اپنا عمل ضائع کر دیا ـــــ مجھ کو اس کی اس بات سے تعجب ہوا کہ یہ لڑکا جزئیات

آداب شرعیہ پر اتنی اطلاع رکھتا ہے ـــــ بڑی عمر والوں کو بھی ان باتوں کا خیال نہیں ہوتا۔

مسجد نبوی میں مجالس علم و ذکر

مسجد نبوی میں چند حضرات، مجلس درس و تذکیر منعقد کرتے ہیں بعض علماء کتب تفسیر و حدیث و فقہ اور علوم آلیہ کا درس دیتے ہیں۔ بعض تذکیر کے طور پر کتاب حدیث یا کتاب سلوک کو یا احوال مشائخ کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور حاضرین حلقہ کیے بیٹھے رہتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اس مجمع میں اکثر تاجر و دوکاندار بھی حاضر ہوتے ہیں اور زباندانی کی وجہ سے مطلب سمجھتے ہیں، محتاج تفہیم نہیں ہوتے اگر کوئی لغت عبارت میں کمٹے یا دو حدیثیں بظاہر متعارض ہوں یا کسی مسئلہ میں اختلاف مجتہدین ہو تو اس کو قاری خود واضح کر دیتا ہے، وقت عصر سے، وقت چاشت تک اور عصر سے مغرب تک عجیب مجمع مسجد نبوی میں رہتا ہے ـــــ ایک جماعت وعظ و تذکیر میں مشغول ہے۔ ایک تلاوت قرآن کر رہی ہے، ایک جماعت دلائل الخیرات اور درود پڑھ رہی ہے۔ ایک مواجہ شریف میں بیٹھی ہوئی عرض نیاز اور توسل بہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہے۔ زعم فقیر میں اس طرح کا اجتماع اس حیثیت سے روئے زمین پر نہ ہوتا ہوگا۔ مکہ معظمہ میں اگرچہ بعض علماء درس دیتے ہیں اور لوگ ان کے قریب جمع ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ذکر و درود میں مشغول ہوتے ہیں، مگر یہاں تو کیفیت ہی دوسری ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ ـــــ

علماء و صلحاء مدینہ منورہ

(۱) شیخ عثمان حنفی مصری ـــــ ان کی اصل دمشق ہے، مولد و منشا مصر ہے، پندرہ سال سے زیادہ گزر گئے کہ مجاور مدینہ ہیں۔ تبحر علم حدیث و فقہ میں اپنے زمانے میں حرمین کے اندر عدیل و نظیر نہیں رکھتے ـــــ تقریر مطلب اور توضیح مراد میں بے بدل ہیں۔ شافعی امام کی نماز فجر کے بعد، روشنی شمع میں، درس مسلم و بخاری دیتے ہیں، بہت بڑا مجمع اس درس میں حاضر ہوتا ہے ـــــ عشائین کے درمیان شرح ابن حجر بر اربعین نووی چند آدمی ان کے سامنے پڑھتے ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ الاشباہ والنظائر کی شرح شروع کر کے حج کو مکہ معظمہ گئے تھے۔ فقیر نے حرم مکہ میں ان سے ملاقات کی تھی اور مدینہ منورہ میں اکثر ان کی مجلس درس میں حاضر ہوتا ہے ـــــ چونکہ اہل مصر کے لہجہ میں کلام کرتے ہیں اور زبان میں کچھ سرعت بھی ہے اس لیے فقیر کی سمجھ میں ان کا کلام بتمامہ

نہیں آتا تیمناً اُن سے اجازت روایت صحاح حاصل کی اور ایک ایک حدیث ہر کتاب سے پڑھی۔ انھوں نے مجھے اجازت نامہ لکھ کر دیا۔ ان کے اور بخاری کے درمیان دس واسطے ہیں۔

(۲) شیخ صالح مالکی مغربی ـــــ تمام علوم وفنون خصوصاً حدیث وفقہ میں تبحر رکھتے ہیں۔ ان کی زبان فصیح ہے ـــ بعد نماز صبح وظہر تفسیر وبخاری اور کتب فقہ مالکی کا درس دیتے ہیں ـــ بین العشائین، خصائص کبریٰ مؤلفہ علامہ سیوطیؒ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ چند آدمی سماع کرتے ہیں ـــ فقیر سے بہت محبت والفت رکھتے ہیں۔ چودہ سال ہو گئے کہ دیارِ مغرب سے آکر مجاورت مدینہ منورہ اختیار کرلی ہے۔ کہتے تھے کہ میرا وطن حرمین سے سات ماہ کے راستے پر ہے۔

(۳) شیخ الیاس شافعی ـــ یہ تلمیذ شیخ ابوالحسن سندھی ہیں۔ بعد نماز فجر بعض کتب کا درس دیتے ہیں۔ بین العشائین بخاری کو اور ایک کسی سلوک کی کتاب کو بطور تذکیر پڑھتے ہیں اور لوگ سنتے ہیں۔ ان ایام میں بعد بخاری، طبقات شیخ عبدالوہابؒ پڑھ رہے ہیں اور اس کو قریب اختتام پہونچا دیا ہے۔ اس وقت فقیر اکثر ان کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے ـــ

(۴) شیخ احمد حنبلی ـــ ساکن تھا از مضافات بصرہ۔ صالح اور خوبصورت نوجوان ہیں ـــ اپنے مذہب کی کتابیں استعداد تمام کے ساتھ پڑھاتے ہیں ـــ سفید ریش لوگوں کی جماعت ان کی شاگردی کرتی ہے ـــ مجھ کو ان کی فصاحت زبان، لطافت بیان اور حسن تقریر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جس وقت میں ان کی مجلس درس میں سے ہو کر گزرتا ہوں، ٹھہر جاتا ہوں اور اُن کے کلام کو سُن کر لذت یاب ہوتا ہوں ـــ

(۵) شیخ موسیٰ ـــ یہ مشارق الانوار کا درس دیتے ہیں۔ اور بزبان ترکی تقریر مطلب کرتے ہیں ـــ ترکوں کی جماعت ان کے درس میں حاضر ہوتی ہے ـــ

(۶) سید احمد جمل اللیل[۱] ـــ سادات باعلوی سے ہیں۔ اس خاندان کی اصل حضرموت میں ہے ـــ سب شافعی مسلک رکھتے ہیں ـــ مدت ہوئی کہ ان کے آبا نے مدینے میں سکونت

[۱] جمل اللیل اُن سادات کا لقب ہے جو علی العریضی بن جعفر الصادقؒ کی اولاد ہیں۔

اختیار کرلی تھی ۔ جمالِ صورت اور کمالِ سیرت ان میں جمع ہیں ۔ علوم دین سے بہرۂ کامل رکھتے ہیں ۔ بہت سی کتابیں فراہم کی ہیں ۔ بعد اشراق، مسجد نبوی میں متصل شباک حجرۂ سیدۃ النساء درس دیتے ہیں ۔ اس فقیر کو ایام مراجعت کے قریب ان سے تعارف حاصل ہوا اور دل اُن کے محاسنِ اخلاق کا مرہون رہا ۔

(۷) شیخ محمد عابد سندھی ۔ یہ برادر زادۂ شیخ محمد حیات سندھی ہیں ۔ خود مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے ہیں ۔ تمام علوم میں، خصوصاً بدیع و بیان، عروض و حساب اور نجوم و استخراج تقویم میں بہرۂ کامل رکھتے ہیں ۔ اشعارِ عربی بہت یاد ہیں، زبان بھی بہت فصیح ہے ۔ خود بھی شعر کہتے ہیں ۔ اُن کو مجھ فقیر سے محبت و موانست بدرجۂ اتم ہے ۔ بارہا جب کبھی باہم مجھے میں اُنھوں نے عربی اشعار سنائے اور میں نے اشعار فارسی ۔ پھر میں اُن فارسی اشعار کا مطلب عربی زبان میں اُن کو سمجھاتا تھا ۔ ایک دن ایک فارسی رباعی میں نے ان کو سنائی، بہت پسند کی ۔ جس دن سے یہ دو شعر اُن کی زبان سے سُنے ہیں وردِ زبان کرلیے ہیں ۔ ان شعروں کو بطور مناجات پڑھتا ہوں اور امید قبولیت رکھتا ہوں ۔

الٰهی نجّنی من کلّ ضیقٍ	بجاہ المصطفٰی مولی الجمیع
وھب لی فی مدینتہ قراراً	ورزقاً ثمّ دفناً فی البقیع

(۸) سید زین العابدین ۔ اُنھوں نے شرافتِ نسب کے ساتھ ساتھ فضیلت حسب کو بھی جمع کرلیا ہے ۔ علوم دینیہ سے بہرہ اندوز ہیں ۔ زبان فصیح رکھتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں ۔ جس دن مسجد نبوی میں ان کی امامت کی نوبت آتی ہے ۔ اُن کی خوش الحانی سے سامعین جھوم جھوم جاتے ہیں ۔ اُن کا خاندان عالی ہے ۔ اُن کے جدِّ اعلیٰ سید محمد برزنجی شہرستانی تھے جو خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی اولاد میں تھے اور ولایت عراق سے آکر مدینۂ منورہ میں اقامت گزیں ہوگئے تھے ۔ وہ علم میں مرتبۂ عالی رکھتے تھے ۔ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ وغیرہ بہت سی ان کی تالیفات ہیں ۔ وہ ۱۱۰۳ھ میں فوت ہوئے ۔ اس وقت تک برابر ان کی ذرّیت میں اہل فضل و علم ہوتے چلے آئے ہیں ۔ اور معظم و مکرم رہے ہیں ۔ سید محمد مذکور کے پسر نبیرۂ ۔ سید جعفر برزنجی تھے جن کا رسالۂ مولود اور رسالۂ رجبیہ ہے اور اسماء اہل بدر و اُحد کو بھی ایک رسالے میں جمع کیا ہے ۔

سید جعفر برزنجیؒ نے سنہ ۱۱۷۷ھ میں وفات پائی ــــ سید زین العابدین، سید جعفر کے نواسے اور ان کے برادرِ حقیقی کے پوتے ہیں۔ رسالۂ مولود و معراج نیز اسماء اہلِ بدر و اُحد کو زبان فصیح میں نظم کیا ہے۔

سید زین العابدین نے بخاری شریف کی پہلی حدیث میرے لیے پڑھی اور اجازت روایت بخاری دی ــــ ایک دن میرے دیکھنے کو تشریف لائے ــــ اور بدست خود، روایت حدیث اور رسائل مذکورہ کا اجازت نامہ مجھے لکھا ــــ

(۹) سید علی ــــ یہ برادر سید جعفر ہیں، انھوں نے بھی اسماء اہلِ بدر و اُحد کو نظم کیا ہے ــــ اُن کا یہ قصیدہ، عرب سے شام و روم تک شہرت پا چکا ہے ــــ میں نے ان سے بھی ملاقات کی اور منظومۂ مذکورہ کو اُن کے سامنے پڑھ کر اجازت حاصل کی ــــ

(۱۰) ابوالسعود حنفی شورانی ــــ کتب علم دین پر عبور رکھتے ہیں ــــ بین العشائین قرأت صحیح مسلم، مسجد نبویؐ کے اندر محراب نبویؐ میں کرتے ہیں ــــ اب صحیح مسلم قریب اختتام ہے ــــ فقیر بھی ان کی مجلس درس میں حاضر ہوا ہے اور چند جزء سنے ہیں ــــ

دیگر چند اکابر مدینہ یہ چند (مذکورۂ بالا) حضرات اہلِ علم ہیں جن سے فقیر کو تعارف ہوا، اور مصاحبت و مجالست حاصل ہوئی، ان مذکورین کے علاوہ کچھ حضرات اور بھی ہیں کہ افادہ و استفادہ میں مشغول رہتے ہیں، اُن میں ایک سید حسن مغبل ہیں جو سادات باعلوی سے ہیں۔ اس سے پہلے وہ مدینۂ منورہ کے سید السادہ تھے ــــ شریف سرور ان سے حُسنِ عقیدت رکھتے تھے اور جب مدینۂ منورہ آتے تھے تو اُن کے گھر پر جاتے تھے اور ان کی سفارش جس کے حق میں ہوتی تھی اس کو رد نہیں کرتے تھے ــــ چند سال سے غلبۂ ورع و تقویٰ کی وجہ سے، عہدۂ مذکورہ سے استعفا دے دیا ہے اور اپنے گھر میں گوشہ گزیں ہو گئے ہیں ــــ اب حرم نبویؐ میں بھی کم آتے ہیں۔ ان کا گھر شہر پناہ کے کنارے پر ہے اور اس مکان کے سامنے باغات و صحرا کا سلسلہ، قبا اور عوالی مدینہ تک چلا گیا ہے گویا یہ تمام میدان اُن کے گھر کا صحن ہے ــــ تفریح کے لیے اس سے بہتر جہاں کوئی مکان نہ ہوگا ــــ فقیر ان کی ملاقات کو گیا اور اُن کے مکارم اخلاق سے مستفید ہوا۔

سید ابراہیم امیر ــــ یہ امام یمن کے بھائیوں میں سے ہیں۔ زبان فصیح اور

بیانِ ملیح رکھتے ہیں، علوم دینیہ کے عالم ہیں، تواضع اور رقت قلب ان پر غالب ہے۔ اس سے پہلے اپنی قوم کے مطابق مذہب زیدیہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد اہلِ سنت و جماعت کی طرف رجوع کیا۔ امام یمن اور علمائے زیدیہ سے مباحثے کیے اور اُن پر اعتراضات وارد کیے اور یمن چلے آئے۔ چند سال سے یہاں مقیم ہیں۔ یمن کا امام ان کو صلات و ہدایا بھیجا رہتا ہے — ایام مراجعت کے قریب امیر مذکور، سید احمد جمل اللیل، ابو السعود شورانی، نیز بعض دیگر علماء اور فقیر، شیخ صالح مالکی کے مہمان ہوئے تھے، پھر حرم نبوی میں ان سے ملاقات ہوئی، وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک میں وہاں بیٹھا، رخصت ہونے کے وقت، مفارقت پر بہت تاسف و تحسّر کیا — وہ کہتے تھے کہ زیدیہ سوائے حکام بنی اُمیہ کے کسی کو بُرا نہیں کہتے، اور اُن کے فروع فقہ اکثر حنفیہ کے موافق ہیں۔ وضو میں پاؤں دھوتے ہیں۔ مسح رجلین جائز نہیں رکھتے۔ اور اہلِ سنت میں سے جو یمن میں وارد ہوتا ہے اس سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں، علماء اہلِ سنت کی توقیر اور مشائخ طریقت کی تعظیم کرتے ہیں۔ آخر زمانے میں ظہور مہدی کے قائل ہیں۔ ان کے ائمہ مساجد سب شافعی اور حنفی ہیں —

سید مصطفےٰ حلبی حنفی قادری — عالم علوم دینیہ ہیں اور سلک صوفیا رکھتے ہیں، چند سال سے مجاور مدینۂ منورہ ہیں۔ ان کو مجھ سے بہت کچھ محبت ہو گئی ہے۔ ایک دن میں ان سے اس مبارک مقام کی مفارقت پر اظہار تاسف کر رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ غم نہ کرو، حتی الامکان اپنے دل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق رکھو۔ حقیقت محمدیؐ تمام کائنات میں جلوہ گر ہے دل کو متوجہ حضرت نبویؐ کر کے جہاں رہوگے اُن کے نزدیک رہوگے گو بظاہر دور رہو۔ اس لیے کہ اعتبار قرب معنوی کا ہوتا ہے — ظاہری دوری قرب معنوی کے ہوتے ہوئے کچھ نقصان نہیں پہونچاتی — کوچ کے دن میری مشایعت کے لیے بہت دور تک بیرون مدینہ آئے اور مجھے رخصت کیا —

اہلِ مدینہ کی چند خصوصیات اہلِ مدینہ باوجودیکہ معاش قلیل رکھتے ہیں، لیکن کھانے پینے میں بہت تکلفات برتتے ہیں اور کسی سے قلتِ معاش کی شکایت یا اظہارِ فقر و تنگدستی نہیں کرتے۔ یہ دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات ہیں کہ

اہلِ مدینہ کے حق میں برکت کے لیے فرمائی تھی ـــــ یہاں کے تمام ساکنین، حسنِ اخلاق، محاسن شیم اور کشادہ جبینی کے ساتھ موصوف ہیں۔ کیوں نہ ہوں آنحضرت صاحب خلق عظیم کی ہمسائگی کا شرف رکھتے ہیں۔

مہاجرین کثیر التعداد، ترک، اسلامبول (قسطنطنیہ) اور اقصائے روم سے آکر مجاورت مدینۂ منورہ اختیار کیے ہوئے ہیں اور وہ بفراغِ قلب، خوش حالی کے ساتھ طاعت و عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح عرب، سندھ اور دیگر مقامات کے لوگ بھی بڑی تعداد میں یہاں مقیم ہیں ـــــ ایرانیوں میں سے کوئی مدینۂ منورہ میں نہیں پایا گیا ـــــ بعض ایرانی موسمِ حج میں آتے ہیں اور اس راہ سے بھی گزرتے ہیں لیکن ہمراہِ قافلہ بلا توقف چلے جاتے ہیں۔ ان ایرانیوں میں سے کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ مجاورت مدینۂ منورہ اختیار کرے ـــــ

چند قابلِ ذکر ہندوستانی مہاجر اہلِ ہند کی ایک جماعت ہے جس نے غلبۂ شوق کی بنا پر یار و دیار کو ترک کر دیا ہے یا وہ لوگ ہجومِ مصائب سے تنگ آکر وطن سے نکل آئے ہیں اور اس آستانے پر پناہ گزیں ہو گئے ہیں، یہیں سکونت اختیار کر لی ہے اور اُن تمام آفات و بلیات سے جو ہندوستان میں پے در پے آ رہی ہیں ـــــ مامون ہو گئے ہیں ـــــ ان میں سے جس کسی کو دسترس تھی اُس نے وجہِ معیشت بہم پہنچالی یا کسی صنعت میں مشغول ہو گیا ورنہ توکل پر زندگی بسر کرتا ہے ـــــ ان ہندوستانی مہاجرین مدینہ میں سے مردم دیدہ مردمی، سید حنیف بھی ہیں ان کے والد جو سادات از بکیہ میں سے تھے، دہلی میں قمر الدین خاں کے رفیق تھے ـــــ عہدِ عماد الملک میں گڑبڑی واقع ہو جانے کے بعد، اپنے تمام خاندان اور اہل و عیال کو لے کر دہلی سے مدینۂ منورہ آگئے اور یہاں سکونت اختیار کر لی نیز وظیفہ بھی جس کو اس شہر کی اصطلاح میں "معلوم" کہتے ہیں ـــــ معتد بہ مقدار میں بہم پہنچالیا۔ اپنے اوقات یہاں فراغت کے ساتھ گزارتے ہیں۔ اُن کی ذاتِ عالی، مکارمِ اخلاق اور حسنِ اشفاق میں مغتنماتِ آفاق سے ہے۔ ان کے والد مرحوم کے نیفر کے والدِ مغفور سے تعلقات تھے ـــــ وہ تعلقات، سید حنیف نے یاد دلائے اس وجہ سے رابطۂ مودت قدیم، مُحکم و مستحکم ہوا ـــــ ان کو فارسی اور اردو کے اشعار خوب یاد ہیں اثنائے التزامِ مجاورتِ مدینہ کے بارے میں اردو کا یہ شعر پڑھا ـــــ

کوئی نکلا نہیں جنت میں آکر   میں نکلوں کس طرح اس کی گلی سے؟

سید بدر الدین، داماد سید حنیف مذکور ــــ تحصیل علوم کر رہے ہیں۔ اور شیخ عثمان سے کتب حدیث و فقہ پڑھتے ہیں ــــ

سید محمد حیات دہلوی حنبلی قادری ــــ ان کے بزرگ دہلی میں منصب دار شاہی ہوئے ہیں۔ یہ انقلاب حکومت مغلیہ کی وجہ سے دہلی سے نکلے اور حرمین، نجف، کربلا اور بغداد کی زیارت کے بعد پھر دہلی چلے گئے۔ اب چند سال سے مدینۂ منورہ میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں ــــ مذاہب اربعہ کی فقہ کا ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا۔ اس کے بعد بعض اہل مدینہ کی فرمائش پر اس کو عربی میں منتقل کیا۔ ان کے فضائل ذاتی و صفاتی بہت کچھ ہیں۔ ان کو مجھ سے خاص محبت و مودت ہے یہ دہلی میں مشائخ قادریہ میں سے ایک شیخ کے مرید تھے پھر اس کے بعد سید مسافر قادری نے مکہ معظمہ میں ان کو خلافت و اجازت دی۔ سید مسافر، فرزندان شیخ عبدالقادر جیلانی میں سے تھے ــــ ان کی قبر مکہ معظمہ میں ہے اس راستے پر جو تنعیم کو جا رہا ہے ــــ اس فقیر نے ان کا نسب نامہ اور اجازت نامہ دیکھا ہے، تین چار پشت کے بعد سیدی و شیخی محمد غوث قادری (لاہوری) کے نسب نامہ سے مطابق ہو جاتا ہے ــــ

(مولانا) محمد صدیق ساکن بڑودہ ــــ بڑودہ گجرات میں ایک شہر ہے ــــ یہ متقی عالم ہیں۔ چند سال سے یہاں کے ساکن ہیں اور عبادت و کسب علوم میں مشغول ہیں۔

ایک طرابلسی مہاجر محمد بن علیش ساکن طرابلس ــــ پانچ سال سے یہاں مقیم ہیں، اکثر اوقات مسجد نبوی میں درود شریف اور دیگر اوراد پڑھتے رہتے ہیں اور سوائے حاجت ضروری کے حرم سے باہر نہیں نکلتے ــــ مجھ کو ان سے بہت موانست تھی۔ میں نے ان سے اہل مغرب کے عملیات کا استفسار اور اس کی تعلیم کا التماس کیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ "درحقیقت سرزمین مغرب میں عملیات والے بہت سے ہیں اور میری ایک عامل سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور اس نے چاہا تھا کہ مجھے عمل سکھا دے لیکن چونکہ اس عمل کی غایت، منافع دنیا کمانا، تسخیر اہل دنیا اور مکر و حیلہ تھا اس لیے مجھے اس طرف توجہ نہ ہوئی" ــــ فقیر نے اہل مغرب کے عملیات کی عجیب عجیب حکایتیں سُنی ہیں ــــ

علم حدیث کے طالبین کے لیے ایک ضروری نصیحت ایک دن میں شیخ محمد صالح مالکی

کی مجلسِ درس میں بیٹھا ہوا تھا۔ الفیہ عراقی کا جو کہ اُصولِ حدیث میں ہے وہ درس دے رہے تھے ـــــ باب آدابِ طالب، حدیث پڑھ رہے تھے اُس میں مذکور تھا کہ ....

.... آدابِ طالب علم حدیث میں سے بڑا ادب یہ ہے کہ اُس کی نیت طلبِ حدیث میں عمل کی ہو۔ شہرت و جاہ مقصود نہ ہو اور اُسے چاہیے کہ جو حدیث پڑھے اُس پر عمل کرے"

ـــــ شیخ موصوف نے بیان کیا کہ بزرگانِ سلف میں سے ایک نے ایک عالم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اربابِ اموال کو مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے۔ اے علما! تمھاری زکوٰۃ یہ ہے کہ کم از کم چالیس حدیثوں میں سے ایک حدیث پر ہی عمل کر لیا کرو ـــــ

نماز میں ارسالِ یدین امام مالکؒ کا مسلک نہیں ہے

شیخ محمد صالح مالکی سے میں نے دریافت کیا کہ نماز میں ہاتھ چھوڑنا جو آپ حضرات میں معمول ہے کیا اس کی سند حدیث میں وارد ہے ـــــ انھوں نے کہا کہ کسی حدیث میں ارسال نہیں آیا ـــــ امام مالکؒ نے موطّا میں روایت کیا ہے کہ نماز میں اعتماد (ہاتھ باندھنا) ہے۔ لیکن قاسم تلمیذِ مالکؒ نے امام مالکؒ سے کچھ سوالات کیے تھے اور امام کے جوابوں کو ایک کتاب میں جمع کیا، مدوّنہ اس کتاب کا نام رکھا، اُس کتاب میں امام مالکؒ سے ارسال کی روایت کی ہے، مالکیہ کا عمل اسی روایت پر ہے ـــ حدیث میں سوائے اعتماد کے اور کچھ نہیں ہے" ـــــ میں نے سید حسین مفتی مکہ اور شیخ محمد علیش سے بھی اس مسئلے کو دریافت کیا تھا۔ انھوں نے بھی یہی جواب دیا ـــــ

دیارِ مدینہ کو الوداع

چار مہینے بیس دن کی اقامت کے بعد جب ارادۂ علیم و حکیم یہاں جانا پڑا۔ بروز دو شنبہ ۲۰ رجب کو مسجدِ نبوی میں مصلّائے نبویؐ کے اندر احرامِ عمرہ باندھ کر اور دربارِ خدا میں تضرّع و زاری کر کے استدعائے معاودت و مجاورت کی اور دیارِ حبیبِ خداؐ کو الوداع کہہ کر مکۂ معظمہ روانہ ہو گیا ؎

ضرورتست وگرنہ خدائے می داند
کہ ترکِ صحبتِ جاناں نہ اختیارِ من است

۲۹ رجب کو قافلہ قرشی میں اترا، بعد زوالِ شمس وہاں سے کوچ ہوا اور آخر شب

میں وادیٔ روحا میں متصل مسجدِ شرف الروحا اُترے ــــ چہارشنبہ کو مسجدِ مذکور میں نمازِ ظہر و عصر جمع تقدیم کے ساتھ پڑھ کر کوچ کیا ــــ رات کو وادیٔ خیف سے گزرے اور پنجشنبہ کی صبح کو بتاریخ یکم شعبان صفرا میں ورود ہوا ــ دن کے آخری حصے میں یہاں سے روانگی ہوئی۔

بدر

جمعہ کی صبح کو بدر پہونچے اور شہدار کی زیارت سے اور مساجدِ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وادی میں جس میں ملائکہ اترے ہیں اور جو محلِ نصرت و عزتِ دین اور مقامِ فتح مُبین تھی۔ جہاں کفار و مشرکین ہلاک و تباہ ہوئے ہیں ــــ انوارِ فیض چمکتے ہیں۔ اس قسم کے مقامات کو دیکھ کر اور گزشتہ احوال و واقعات کا استحضار ہو کر باطن کو نور و سرور ہوتا ہے ــــ بدر میں آج کل جس جگہ کی زیارت کرتے ہیں وہ مسجد جمعہ ہے۔

یہ مسجد اندرونِ آبادیٔ بدر ہے ــــ اس کو مسجدِ غمامہ بھی کہتے ہیں ــــ کہتے ہیں کہ نزولِ ملائکہ یہیں ہوا تھا ــــ بیرونِ بدر کنارۂ وادی پر ایک چھوٹے سے احاطے میں قبورِ شہدار ہیں، اس کے متصل ایک قبہ ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بروزِ جنگ بدر اس جگہ تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک پتھر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تکیہ لگایا تھا۔ اس قبے کے پہلو میں بالائے کوہچہ ایک مسجد ہے اس کو مسجد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں۔

بدر ایک بڑا قریہ ہے، اس کا بازار بھی معمور ہے ــــ اس میں ایک نہر ہے جس کا منبع معلوم نہیں اور مثلِ نہرِ خیف و صفرا "سر پوشیدہ" ہے، بیرون و اندرونِ شہرِ بدر کہیں کہیں وہ نہر کھلی ہوئی ہے ــــ کھجوروں کو اس سے پانی دیتے ہیں ــــ

اہلِ بدر سب اہلِ سنت و جماعت ہیں، بخلاف خیف و صفرا کے باشندوں کے کہ وہ مثلِ اہلِ یمن، زیدیہ ہیں ــــ جمعہ کے دن یہاں قیام ہوا اور نماز مسجدِ غمامہ میں پڑھی ــــ

آگے کی منزلیں مکۂ معظمہ تک

شنبہ کو دن کے آخری حصے میں کوچ ہوا ــ شام کے قریب حدودِ کوہستان سے نکل کر ریگستان کی زمینِ ہموار سامنے آئی جس کے بائیں طرف پہاڑوں کا راستہ ہے اور دائیں طرف تین چار کوس کے فاصلے پر سمندر ہے صبح یکشنبہ ــــ کو ایک پہاڑ کے محاذ میں اُترنا ہوا ــــ دوشنبہ کو مستورہ میں پہونچے اور اس جگہ راہِ بدر، راہِ صفرا سے متحد ہو گئی ہے ــــ سہ شنبہ کو رابغ پہونچے ــــ صبح جمعہ

۸ رشعبان بندرگاہ جدہ اترے وہاں دو دن ٹھہر کر یکشنبہ کو بعد نماز ظہر مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

دوشنبہ کو حدہ میں گزارا اور وہاں سے آخر روز میں سوار ہو کر سہ شنبہ کے دن بتاریخ ۱۲ رشعبان بوقت سحر حرم محترم میں حاضر ہوئے ــــ طواف وسعی سے فراغت حاصل کی۔

شب برات کی فضیلت پر خطبہ

۱۴ رشعبان کو بعد نماز عصر، حرم کے شمالی ایوان میں منبر بچھایا گیا، قاضی، مفتیانِ مذاہب اربعہ اور دیگر اکابر واصاغر جمع ہوئے۔ خطیب بالائے منبر آیا اور بیٹھ کر خطبہ طویل پڑھا جو شب برات کی فضیلت پر مشتمل تھا۔ جب سلطانِ روم اور شریف مکہ کے نام پر خطیب پہونچا، دو خلعت اس کو پہنائے گئے۔ بعد فراغت خطبہ سب بیت اللہ کے دروازے کے سامنے آگئے ــ شیبی نے دروازۂ کعبہ کھول دیا اور تمام حاضرین نے رب الارباب کی درگاہ میں دعا کی ــ۔

لشکر اسلام کی فتح و نصرت کے لیے دعا

۱۵ رشعبان کو ــــ پنجشنبہ کے دن بعد نماز فجر مفتی عبدالملک حنفی دیگر حضرات کے ساتھ زمزم شریف کے متصل، مقابل بیت اللہ، حاضر ہوئے شیبی نے در کعبہ کھول دیا، کاتب سلطان نے ــــ فرمان سلطان جو بھی آیا ہے ــــ باواز بلند پڑھا ــــ یہ احقر اس مجمع میں تھا ــــ فرمان طویل الذیل تھا ــــ بنام شریف مکہ و وزیر جدہ و قاضیان و مفتیانِ مذاہب اربعہ ــــ شریف مکہ کے لیے بہت سے القاب تعظیم و احترام اس میں تھے ــــ مضمون فرمان یہ تھا کہ نصاریٰ بنی الاصفر کے دو قبیلوں نے بلاد اسلام پر زور باندھ لیا ہے اور زن و مرد مسلمین کی ایک جماعت کثیر کو قید کرلیا ہے۔ غرضکہ ان کفار نے قدم ہمت آگے بڑھایا ہے، اسی وجہ سے ہمارے دل پر تشویش عظیم غالب ہے اور ہماری توجہ، دفع کفار اور نصرت اسلام کی جانب مبذول ہے ــــ ہم نے وزیر اعظم کو فوج کے ہمراہ دشمنوں کے مقابلے کے لیے بھیج دیا ہے ــــ حضرت حق جل مجدہٗ کی جناب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ شریف کا توسل کر کے دعا کرتا ہوں کہ وہ کفار کو مخذول و مقہور اور اولیا دسلطنت اسلام کو مظفر و منصور کرے ــــ قاضیان و مفتیان، تمام اصاغر و اکابر کے ساتھ دروازۂ بیت اللہ کو کھول کر رکن، زمزم، مقام ابراہیم اور تمام مقاماتِ قبولیت کے پاس جا کر لشکر اسلام کے لیے دعا کریں ــــ فرمان

پڑھے جانے کے بعد سب مجمع نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ۔ صحیح بخاری کو لایا گیا۔ مفتی عبدالملک نے پارہائے بخاری کو بعض حاضرین پر تقسیم کیا ۔ چند روز میں بخاری ختم ہوئی ___ چند دن یہ احقر بھی تلاوت بخاری میں شریک رہا ۔

طائف

یکشنبہ ___ ۲۰ شعبان ___ بعد نماز عصر ، بقصد زیارت سید عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما خچر پر سوار ہو کر ۔ جبل کرا کے راستے سے طائف روانہ ہوا۔ کرا ایک پہاڑ ہے جو چند میل ارتفاع رکھتا ہے ___ اس میں چشمے جاری ہیں ۔ خچر اور دراز گوش کی سواری سے اس راستے سے دو روز میں مکہ سے طائف پہونچتے ہیں ۔ پہلے یہ پہاڑ طے کرنا بہت مشکل تھا ___ ایک مصری تاجر ہیں جو سابق میں مکہ میں کوئلے کی تجارت کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے ان کو وسعت دے دی ہے ___ اس وقت کوئی سوداگر مالیت میں ان کے برابر نہیں ہے ___ انھوں نے دامن کوہ سے چوٹی تک ایک وسیع راستہ بنوادیا ہے اور زینے تیار کرا دیے تاکہ پیدل و سواری سے بآسانی وہاں سے گزر سکیں ___ چند جگہ بر سر راہ چھت دار مکانات بھی بنوا دیے تاکہ اگر بارش آئے تو مسافران مکانات میں پناہ پکڑ سکے ___ اس عمل خیر میں اس تاجر نے زر روپیہ صرف کیا ___ اب یہ کام اختتام کو پہونچ گیا ہے کچھ اصلاح کا کام باقی ہے ___

راہ جبل کرا کے علاوہ ایک اور راستہ ہے کہ قافلہ و لشکر اس راہ سے چار دن میں بآرام طائف پہونچتا ہے ___ تین منزلیں کر کے بوقت چاشت طائف پہونچا ، مزار سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر مشاہد و مزارات کی زیارت سے مشرف ہوا ۔ وہ مسجد جس میں قبر ابن عباسؓ ہے ، ساجد متبرکہ میں ہے اس لیے کہ ایام محاصرہ طائف میں خیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تھا جہاں اب مسجد ہے ___

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ، ہجرت سے پیشتر زید بن حارثہ کے ہمراہ ، ثقیف کو دعوت اسلام دینے طائف تشریف لے گئے تھے ___ طائف بہشتہائے دنیا میں سے ایک بہشت ہے ___ اس کی ہوا بہت سرد ہے ۔ رات بے رضائی کے بسر نہیں کی جا سکتی ___ کثرت میوہ و فواکہ ___ محتاج بیان نہیں ہے ۔ بہت سے چشمے یہاں جاری ہیں ___ گندم و جو سال میں دو بار کاٹتے ہیں ___ طائف سے جس قدر بسوئے نجد آگے بڑھتے ہیں ۔ خنکی ہوا اور وفور میوہ

بڑھتا جاتا ہے، اغنیاء مکہ موسم گرما میں طائف آتے ہیں اور تماشائے بساتین و باغات کرتے ہیں۔
شہر طائف ایک بڑا شہر ہے مگر اس کی آبادی اور بازار متفرق ہیں۔ آبادیٔ قدیم جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ـــ بعد غزوۂ حنین محاصرہ فرمایا تھا، مشہد ابن عباسؓ کے جنوب میں ہے۔ اب وہ حصہ
کھنڈر ہے، محض عمارتوں کی بنیادیں باقی رہ گئی ہیں ـــ بروز شنبہ طائف سے ہو کر مسجد میقاتِ
قرن کے پاس احرام باندھا اور دوشنبہ کو نماز صبح مسجد حرام میں جا کر پڑھ لی اور طواف عمرہ
ادا کیا۔ ـــ

مکۂ معظمہ کا رمضان

جمعہ کے دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوئی۔ اس مہینے میں تمام حرم کے
اندر ہجوم رہتا ہے۔ ایک بڑی جماعت اول شب میں نماز تراویح میں
مشغول ہو جاتی ہے۔ اور ایک جم غفیر تنعیم جاتا ہے اور وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرتا ہے۔
اکثر حاضرین فرض عشا مالکی امام کے ساتھ پڑھ کر جماعتہائے متفرقہ کی شکل میں جدا جدا تراویح
پڑھتے ہیں۔ امامان ہر چہار مذہب اپنے مصلوں پر ختم قرآن کرتے ہیں۔ لوگ بہت سے فانوس مسجد
حرم میں روشن کرتے ہیں ـــ کچھ لوگوں کو دیکھا گیا کہ بعد ہر ترویحے کے طواف کر کے دوگانہ طواف ادا
کرتے ہیں، بعض شافعیہ علاوہ تراویح کے آخر شب میں سولہ رکعتیں جماعت سے پڑھتے ہیں، الغرض
ایسا عجیب ذکر و تکبیر نیز تسبیح و تلاوت اور ذوق و حلاوت کا نقشہ ہوتا ہے کہ اس کو بیان نہیں
کیا جا سکتا ـــ اہل مکہ، بعد فراغتِ تراویح اپنے گھروں کو جاتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔
بازار مکہ تا وقت سحر کھلا رہتا ہے قندیلیں روشن رہتی ہیں۔ کھانے کی چیزیں اور میوے رکھے
ہوئے ہوتے ہیں حسبِ صاحب عید میں رونقِ بازار اور کثرت خرید و فروخت کی عجیب کیفیت
ہوتی ہے۔

مکۂ معظمہ میں یوم العید

عید کے دن شریف مکہ غالب برادر شریف سرور نے تمام غلاموں کو
جو پانچ سو سے زیادہ ہیں، خلعت پہنائی۔ اور دیوان متعالی کی بنائی میں کہ دار الادہ
اسی طرف ہے ـــ نماز عید کو آیا۔ ہجوم اہل مکہ کی وجہ سے جن میں سے ہر ایک لباسہائے رنگا
رنگ پہنے ہوئے تھا ـــ صحن مسجد حرام ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ موسم بہار میں پر فضا باغ۔
عید کے چار روز بعد تک اظہار نشاط و سرور کرنا اور لباس فاخرہ کا زیب تن کرنا اہل مکہ کا معمول

ہے۔ ان ایام میں جمیع سوار و پیادہ عسکر نیز بدو، دن کے آخری حصے میں دار السادہ کے دروازے پر حاضر ہوتے ہیں اور میدانِ جلوخانہ میں گھوڑے دوڑاتے ہیں، نیزہ بازی کرتے ہیں، نوجوانانِ مکہ گدھوں کو کرایہ پہ لے کر دوڑاتے ہیں۔ شریف خود باہر نکلتا ہے اور گھوڑا دوڑاتا ہے۔ کبھی معلیٰ میں جا کر اس میدان میں محصب و معابدہ تک گھوڑے دوڑاتا ہے۔ خاندانِ شریف کا یہ دستور ہے کہ غلاموں اور متوسلوں کو عید کے دن خلعتہائے زنگارنگ عنایت کرتے ہیں۔ اور جس کسی کو کوئی عہدہ دیتے ہیں تو اس کی خلعت ایامِ حج تک موقوف رکھتے ہیں منا میں اُس کو خلعت ملتی ہے۔

شریف مکہ کی چند خصوصیات

شریف مکہ کم و بیش پانچ ہزار غلام و لشکری رکھتا ہے۔ منجملہ ان کے چار پانچ سو سوار ہیں باقی پیادہ ہیں۔ وقتِ ضرورت جس قدر چاہتا ہے بدوی جمع کر لیتا ہے۔ تمام ملک میں جو تصرفِ شریف مکہ ہے ــــ مالگزاری ادا کرنے کا کوئی دستور نہیں، اس لیے کہ تمام ملک کوہستان و ریگستان ہے۔ جہاں آبادی ہے وہاں، نیز وادیوں میں کچھ زراعت اور کھجور کے باغات ہیں ــ ان کی بڑی دولت مویشی ہیں شرفائے سابق سالانہ خیل و مویشی کا عُشر رعایا سے لیتے تھے۔ مدت سے بسبب سستی حکامِ زمانہ، یہ عمل موقوف ہو گیا تھا ــ شریف سرور نے سعیٔ بلیغ کر کے اور مبلغ کثیر صرف کر کے سرکشوں کی گوشمالی کی اور ان کو مطیع کیا۔ نیز دستورِ قدیم کو جاری کیا ــــ شریف مکہ کی کل آمدنی ــــ نصف محصول جدہ ہے نیز پورا محصول ینبوع و کنفذا ہے۔ علاوہ ازیں ایامِ حج کی آمدنی اور جو کچھ سلطانِ روم کی جانب سے آتا ہے اور وہ صدقات جو ملوکِ اطراف بھیجتے ہیں اُن میں بھی شریف کا جو حصہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے ــ بعض باغات اور اراضی مزروعہ۔ طائف میں اور دیگر وادیوں میں ہیں جن کو شرفائے حال و سابق نے خریدا ہے۔ ان اراضی سے تمام اولاد اپنا اپنا حصہ بسبیلِ میراث لیتی ہے ــــ جب کوئی شریف انتقال کرتا ہے اور اس کا بیٹا اس کی جگہ بیٹھتا ہے تو وہ اپنے باپ کے مال کو بھائیوں پر تقسیم کرتا ہے۔ اور اگر لڑکے کے علاوہ کوئی اور شریف بنے تو تمام مال خاصۂ متوفی ـــ ناطق و صامت وارثوں کے لیے چھوڑتا ہے۔ شریف اس میں سے کچھ نہیں لیتا۔ ہاں قیمت سے لے سکتا ہے ان دنوں کہ شریف سرور کا انتقال ہو گیا اور ان کا بھائی غالب شریف ہوا۔ اس نے پانچ سو غلام اور قریب چار سو گھوڑے

اور دیگر ارباب حشم عبداللہ بن سرور سے بقیمت خریدے ہیں۔ اور غرائب سے یہ بھی ہے کہ اکثر شرفا نکاح نہیں کرتے کنیزان حبشیہ سے اُن کو سروکار ہوتا ہے۔ چند پشتوں سے ان کی مائیں حبشیہ ہی ہیں اسی وجہ سے شرفائے حال برنگ حبشیان۔ سیاہ فام ہیں۔ شرفائے بنی زید کی لڑکیاں عدم کفو کی بنا پر کسی سے نکاح نہیں کرتیں تمام عمر بے شوہر رہتی ہیں۔ ___ شرفاء مکہ کے بچے بدوی علاقوں میں پرورش پاتے ہیں اور اس جگہ رہ کر زبان بدوی جو کہ اصل عربی بغیر تحریف کے ہے ___ اور اسپ و شتر اور خچر و خر کی سواری سیکھتے ہیں۔ جب قریب بلوغ ہو جاتے ہیں تو ان کو مکہ میں لے آتے ہیں ___

حرمین کے سکے

معاملات بیع و شریٰ حرمین اور نواح حرمین یعنی جدہ وغیرہ میں قروش سے ہے اور یہ ایسا نقد ہے کہ اب خارج میں اپنا وجود نہیں رکھتا۔ اس کی مقدار مکہ میں تیس دیوانی ہے اور مدینہ میں بیس دیوانی ___ اور چاندی کے نقود مروجہ میں سے ایک ریال ہے جس کا وزن قریب ڈھائی روپے کے ہے ___ یہ مکہ میں پونے چار قروش ہے کہ ایک سو بیس دیوانی ہے اور مدینہ میں ساڑھے چھ قروش کہ ایکسو تیس دیوانی ہے ریال کا آدھا اور چوتھائی بھی ہے ___ قمری ایک اور سکہ ہے جو مکہ میں ساڑھے سترہ دیوانی کو آتا ہے اور مدینہ میں بیس دیوانی کو جو کہ ایک قروش ہے ___ مدینہ منورہ میں قطعہ ہائے سیمیں اور بھی ہیں۔ بقدر پچاس دیوانی اور اس کا نصف و ربع اور پانچ دیوانی اور ڈھائی دیوانی۔ یہ سب سکے بنام سلطان روم ڈھلے ہوئے ہیں ___ اور یہ مدینہ کے علاوہ کہیں رائج نہیں ___ دیوانی سیم مغشوش (کھوٹی چاندی) سے بنتی ہے ___ اختہ بھی سیم مغشوش سے بنتا ہے۔ یہ دیوانی سے چھوٹا سکہ ہے۔ دیوانی کو کبیر اور اختہ کو صغیر کہتے ہیں۔ چار کبیر برابر پانچ صغیر کے ہوتے ہیں۔ سونے کے سکوں کی بھی چند قسمیں ہیں۔ ایک مشخص ___ جو کہ مکہ میں آٹھ قرش کا اور مدینہ میں تیرہ قرش کا ہوتا ہے ___ دوسرا محبوب ___ جو مضروب بنام سلطان ہوتا ہے ___ اگر یہ سکہ اسلامبول (قسطنطنیہ) کا ڈھلا ہوا ہے تو پانچ قرش میں اور اگر مصر کا ہے تو چار قرش میں چلتا ہے ___ محبوب کے دونوں قسموں کا آدھا ہے ___

تیسرا فیدمی ؟ ہے بقدر نیم ریال ___ مشخص میں تصویر اور انگریزی حروف نقش

ہوتے ہیں۔ اور اس کا رواج بلاد اسلام کے اندر فرنگ و نصاریٰ سے سلسلۂ معاملت شدت اختلاط
کی وجہ سے ہوگیا ہے، باشندگان روم بھی سکہ (مشخص) سلطان کو جزیے میں دیتے ہیں ۔۔ ریال
مغربی وزن میں برابر ریال فرنگی کے ہے ۔۔۔ اور اسمٰعیلی مغربی طلائی ۔۔۔ مکہ کے ساڑھے
تین قروش کے بقدر ہے ۔ یہ تمام اقسام نقود رائج الوقت ہیں ۔

عام باشندگان حرمین

مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ میں زمانۂ نبوت کے باشندگان قدیم کی
اولاد سے کوئی نہیں رہا۔ مگر مکہ میں شیبی، صاحب مفتاح کعبہ
نہ اس خاندان نے مکہ سے کسی وقت ہجرت نہیں کی اور کوئی نہ کوئی ان میں سے اس جگہ مقیم رہا
ہے ۔ اور مدینہ میں انصاری ہیں کہ ان کے گھر بیرون دیوار شہر نخاویں متصل مصلائے عید ہیں
فقیر کو ان لوگوں سے تعارف حاصل ہے ۔ باقی ان دونوں جگہوں کے ساکنین ان لوگوں کی اولاد
ہیں جو زمانۂ سابق و حال میں بلاد عرب و عجم سے چل کر یہاں توطن گزیں ہوگئے ہیں اسی وجہ سے
نسب یہاں کا معتبر نہ رہا، مگر قبیلۂ شریف و دیگر سادات حرمین کا نسب محفوظ ہے

دوسرے ملکوں کے مقابلے میں مردم ہند و سندھ یہاں زیادہ ہیں اسی وجہ سے زباں دانان
اردو بہت سے ہیں اور فارسی بولنے والے نادر ہیں ۔ اکثر مکہ و جدہ کے دوکاندار احمدآباد
اور پٹن کے بوہرے ہیں اور وہ ہر نوع کی تجارت کرتے ہیں ۔

اختلاط کی وجہ سے زبان عربی اصلی نہیں رہی

اسی اختلاط کی وجہ سے زبان عربی اصلی نہیں رہی اور اس میں
عجیب تحریف ہوگئی ہے کہ بالکل قواعد نحو و صرف سے مناسبت
نہیں رکھتی ۔۔ ضرورت ہے کہ ایک دوسرا سیبویہ پیدا ہوتا
کہ وہ بحسب محاورۂ حال، قواعد نحو و صرف کا استخراج کرے ۔۔

ایک دن میں مفتی عبدالملک کے یہاں بیٹھا تھا۔ اُن کا غلام میرے واسطے قہوہ لایا انھوں
نے اس سے کچھ کلام کیا۔ میں نے کہا کہ مولانا آپ نے یہ لفظ کس طرح استعمال کیا؟ انھوں نے کہا کہ
اگرچہ بموجب قواعد عربیہ غیر صحیح ہے لیکن عرف میں یوں ہی مستعمل ہے ۔۔ میں نے کہا کہ آپ کو تو
اس طرح تکلم کرنا زیبا نہیں ۔ انھوں نے تبسم کیا اور کہا کہ اگر ان لوگوں سے ان کے محاورے
میں گفتگو نہ کروں تو بات سمجھیں گے نہیں ۔۔ اگر کوئی شعر ہو یا کتابی عبارت ہو تو ہم اصلی

زبان میں گفتگو کریں گے۔"

اعراب (دیہات کے باشندے) جو ان دونوں بلدوں سے خارج میں ساکن ہیں ان کے بہت سے قبائل کا نسب محفوظ اور زبان اختلاط سے سالم ہے۔

قبائل عرب

جو کچھ امور خیر قبائل عرب میں تاہنوز جاری ہیں اُن میں اصلا سستی نہیں کرتے حتی الامکان اکرام مہمان اور اس کی دلداری میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اکثر غربا و مساکین ہند جو جہاز سے اُتر کر قبائل میں ہو کر براہ حجاز مکہ معظمہ جاتے ہیں یا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آتے ہیں سرِ راہ کے بدوی ان کی ہر قسم کی غمخواری کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان اعراب کی حکایات زبانوں پر مذکور اور کتابوں میں مسطور ہیں۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ مویشی جسقدر بھی بدو حساب ان پر واجب ہوتی ہے خوشی و رغبت سے عامل زکوٰۃ کو پہونچاتے ہیں۔ ان کو یقین ہو گیا ہے کہ اگر ادائے زکوٰۃ میں کوتاہی کریں گے تو ان کا مال تلف ہو جائے گا — فسق و فساد ان اعراب میں بہت کم ہے — لیکن نماز روزے کی پابندی جتنی چاہیئے وہ نہیں ہے۔ قریب جبل رحمت ایک گاؤں ہے، اس کے تمام رہنے والے صحیح النسب قریش ہیں۔ میں جس دن سیدتنا میمونہؓ کے مزار کی زیارت کے لیے سرف کو جا رہا تھا میں نے ایک اونٹ کرائے پر لیا، شتربان ایک نوجوان تھا قریشی نسل کا اُسی گاؤں کا — جب نمازوں کے چند وقت گذر گئے اور اُس نے نماز نہیں پڑھی تو میں نے اُس سے کہا کہ تم نماز کا فرض کیوں نہیں ادا کرتے اُس نے جواب دیا کہ میں نماز نہیں پڑھا کرتا — میں نے تعجب کیا تو اس نے کہا کہ میں نے کبھی بھی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا کہ تم فرضیت نماز کا اعتقاد نہیں رکھتے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں فرضیت نماز کا تو اعتقاد رکھتا ہوں مگر ہماری یوں ہی مغفرت ہو جائے گی۔

لیکن صفرا و بدر اور دیگر بڑے بڑے قریوں میں مساجد ہیں اور وہاں کے رہنے والے کلًا یا بعضاً التزام نماز کرتے ہیں اور بچوں کو فقہ کی تعلیم دیتے ہیں — جو بدوی حج کے لیے آتے ہیں اُن سے عجیب و غریب حرکات ظہور میں آتی ہیں — ان کے زن و مرد بیت اللہ کے گرداگرد اور حجر اسود پر اتنا ہجوم کرتے ہیں کہ ایک پر دوسرا گرا پڑتا ہے۔ ان کی موجودگی میں اور لوگ استلام حجر نہیں کر سکتے اور طواف سے بھی رُک جاتے ہیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ امام سے آگے

بدوی کھڑے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں ــــ مدینہ منورہ میں بھی ان کی اسی قسم کی بعض حرکات دیکھیں۔

مراجعت ہندوستان کا زمانہ قریب آگیا

آخر ماہ شوال میں مراجعت ہندوستان کا زمانہ آگیا اور آنے والوں نے قصد کوچ کیا۔ اس ضعیف کو مدینہ میں آتے ہی اس قدر دلبستگی اس سے وطن جان و دل سے ہو گئی کہ نام مراجعت سے دل نفرت کرتا تھا۔ اس حرم مقدس کے باشندے جو کہ جذب قلوب میں حکم مقناطیس رکھتے ہیں۔ اسقدر محبت اور حسن اخلاق سے پیش آتے تھے کہ یار و دیار فراموش ہو گئے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہو

لاعیب فیھم سوی النزیل بھم ۔۔۔ یسلو عن الاھل والاوطان والحشم

(یعنی ان میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ ان کے یہاں اترنے والا مہمان اپنے اہل و عیال اور وطن کی یاد دل سے دور کر دیتا ہے ــــ اور یہ دراصل بڑی خوبی کی بات ہے)

کچھ عرصہ دل متردد رہا کہ امسال وطن جاؤں اور وہاں جاکر دوستوں اور عزیزوں کو خیرباد کہہ کر یہاں واپس آجاؤں۔ اور آستانۂ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہاں کے ساکنین کی صف میں مجاورت اختیار کروں ــــ یا ایک سال اور حرمین میں اقامت کروں اور حج کر کے بقیہ سال مدینہ میں ہو کر سال آئندہ میں وطن جاؤں ــــ ان دو شقوں میں سے جس شق کے اندر بھی خیر ہو اس شق کو اختیار کرنے کے لیے مواجہ شریف میں اور میں مشہد سیدۃ النساء رض الحاح و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا تھا ــــ اسی تردد میں شعبان میں مکہ معظمہ آیا اور رمضان کا مہینہ بھی ختم ہو گیا ــــ شوال کے مہینے میں دوسری شق کو ترجیح دی اور ارادہ اقامت امسال مصمم ہو گیا چنانچہ رفیقوں کو رخصت کیا اور خود مطمئن ہو کر مکہ معظمہ میں بیٹھا۔ چند روز یہ ارادہ پختہ رہا اس کے بعد ایک دن یک بیک سفر ہندوستان کا وسوسہ دل میں پیدا ہوا۔ ہر چند لاحول اور استغفار پڑھتا تھا یہ وسوسہ قوت پکڑتا تھا، ناچار اٹھا اور حطیم و مقام ابراہیم وغیرہ میں کچھ نمازیں پڑھ کر استخارہ کیا۔ بالآخر ملتزم میں زیر میزاب رحمت اور آستانۂ بیت اللہ پر معاملے کو ارحم الراحمین کے سپرد کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ جو کچھ میرے حق میں خیر ہو اس کو جاری کر دے۔ تین چار روز استخارہ، دعا، اور الحاح کی تکرار ہوتی رہی اور وسوسۂ سفر بجائے خود رہا

ناچار بحکم عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم ـــ راضی بقضا ہو کر اسباب سفر تیار کیا
ـ ۲۰ شوال کو کوچ درپیش ہوا۔ شب شنبہ میں بعد نماز مغرب، طواف وداع کیا اور حضرت حق
سبحانہ سے خیر و عافیت دارین کی اپنے لیے اور اپنے اقارب و احباب کے لیے اور توفیق معاودت
حرمین کی اور مدینہ منورہ میں موت کی درخواست کر کے درد اشتیاق اور الم فراق کے ساتھ باہر
آیا۔ اور جدہ کو روانہ ہوا۔ بروز شنبہ حدہ میں رہا۔ صباح یکشنبہ میں جدہ پہونچا ـــ سید حمزہ
نامی ایک بزرگ جدہ میں رہتے ہیں۔ بہت سے ثقہ حضرات ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ کسی سے
اختلاط نہیں رکھتے ـــ گاہ گاہ ان کو جذب لاحق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ چند دن مغلوب الحال
ہو جاتے ہیں۔ ایک صاحب نے ان تک میری دلالت کی۔ میں وہاں گیا اور سلام کیا۔ کھڑے
ہو گئے اور مرحبا کہا اور اپنے برابر مجھے بٹھایا، میرے احوال پوچھے میں نے بیان کیے اور ان سے
دعائے توفیق معاودت کی درخواست کی۔

۵ ذی قعدہ کو نماز جمعہ، جدہ میں پڑھ کر شب شنبہ کو بعد نماز عشاء سفینۃ الرسول نامی مرکب
میں سوار ہوا ـــ صبح شنبہ کو جب موسم موافق ہو گیا تھا ـــ لنگر اٹھایا اور براہ بحر کبیر روانہ ہوئے۔

حدیدہ

۱۴ شوال کو یکشنبہ کے دن بندرگاہ حدیدہ کے کنارے پہونچے ـــ صبح دوشنبہ سیر و تفریح
کے لیے حدیدہ کے اندرونی حصے میں آئے ـــ یہ ایک بندرگاہ ہے مخا کی طرح یمن کی
عمدہ بندرگاہوں میں سے ہے ـــ اس کے مکان اکثر خس پوش ہیں اور اچھا اچھا سامان ہر ملک
کا اور طرح طرح کے میوے یہاں پائے جاتے ہیں۔ یہاں سے مکہ چار سو اسی کوس اور مخا ایک
سو بیس کوس ہے ـــ "صنعاء" جو یمن کا دار السلطنت ہے حدیدہ سے اور مخا سے آٹھ روز کے
راستے پر ہے ـ

صنعاء

سہ شنبہ کو ـــ وقت عصر حدیدہ سے روانہ ہوئے۔ چونکہ ہوا موافق تھی ـ چہارشنبہ کو وقت
ظہر کے آخری حصے میں مخا پہونچ گئے، وہاں لنگر کیا ـــ پنجشنبہ کو شہر آئے۔ سید احمد زید
کے گھر جو سادات با علوی سے ہیں اترے ـــ جمعہ کے دن جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھی ـ ولاۃ
قاضی اور افراد جماعت زیدیہ وہاں حاضر تھے ـــ امام، شافعی مذہب تھا ـــ خطبے میں بعد ذکر
آنحضرت ﷺ حضرت علیؓ کا ذکر تھا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کا، پھر حضرات حسنینؓ کا، پھر

خلفاء راشدین اور امام زین العابدین علی اور کا پھر زید بن علیؓ کا پھر خلفاء تسعہ (۹ خلفاء) کا ذکر تھا یہ نہ معلوم ہو سکا کہ خلفاء تسعہ سے کون کون خلفاء مراد ہیں ــــ اس کی فرصت نہ ملی کہ کسی سے اس کو معلوم کر لوں ــــ

حکام یمن کا ایک معمول

حکام یمن کا معمول ہے کہ بعد نماز جمعہ اپنے جلو خانے کے میدان میں فوجیوں کے ساتھ گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ آج فقیر بھی اس میدان میں گیا۔ گھوڑوں کی دوڑ کو دیکھا، معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ فن سواری سے واقف نہیں ہیں، لیکن عربی گھوڑے بہترین بہترین نظر آئے ــــ دو تین خچر بھی اچھے دیکھے۔ ان جیسے طویلہ شریف میں بھی نہیں دیکھے تھے ــــ

قریب سقوطرہ امواج سمندر کی تلاطم خیزی

شب شنبہ کو جہاز میں آئے اور لنگر اٹھایا۔ تین چار روز میں قریب سقوطرہ آئے، اس جگہ چاروں طرف سے موجیں متصادم ہوتی ہیں اور تمام سمندر میں یہ جگہ زیادہ خوفناک ہے۔ یہاں علاوہ تندیٔ باد کے، امواج تلاطم خیز تھیں۔ تمام لوگوں نے بڑی تکلیف اٹھائی تین دن تک کشتی داہنی طرف کو ٹیڑھی رہی، بیٹھنا اور آرام کے ساتھ نماز پڑھنا میسر نہ تھا ــــ آب موج شدت کے ساتھ درون کشتی آتی تھی ــــ

ساحل بمبئی

شکر الحمد کہ بروز عید اضحیٰ، بوقت چاشت ــــ یکشنبہ کے دن سلامتی کے ساتھ ساحل بمبئی پر پہونچے ــــ اسی وقت جہاز سے نیچے اتر آئے۔ دکن کی بندرگاہوں میں بمبئی ایک بڑا بندرگاہ ہے ــــ انگریز کے قبضے میں ہے۔ پہلے بمبئی چھوٹا تھا بعد کو نصاریٰ نے سمندر کو پاٹ کر اس کو وسیع کیا ہے ــــ سمندر کے اندر بڑے بڑے جہازوں کو غرق کر کے ان کے اوپر بنیاد رکھ کر برج اور سنگین قلعہ بنایا ہے۔ گرد حصار تین خندقیں پختہ اور عریض بنائی ہیں جو کہ پانی سے پر ہیں ــــ کثرت آبادی، فراوانیٔ اموال، نفائس و تحائف ہر ملک، مضبوطی قلعہ اور فور توپ خانہ و آلات و اسباب جنگ، نزاکت عمارات اور شادابی باغات کے لحاظ سے شہر بمبئی اتنا عجیب ہے کہ زبان اس کی خوبی بیان کرنے سے قاصر ہے جہاز جو فرنگ سے آتے ہیں وہ اول یہاں آتے ہیں، بعدہ مدراس، کلکتہ اور دوسری

بندرگاہوں پر جاتے ہیں ۔

صنائع فرنگ صنائع عجیبۂ فرنگ میں سے یہاں ایک ہوا کی چکی ہے اور وہ بُرج کی شکل کی ہے۔ تلاد پر دو ہاتھیوں کی قامت سے زیادہ اس کا ارتفاع ہے۔ لکڑی سے بنائی ہے۔ اس میں دو طبقے ہیں، طبقۂ بالا پر چکی ہے ـــــ چار بادکش بڑے بڑے بنائے ہیں کہ ہوا ان کو حرکت دیتی ہے، ان کی حرکت سے ایک چرخ ہو وہ گھومتا ہے اور وہ چرخ چکی کو گھماتا ہے۔ بادکش ہوا کے رُخ پر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دن میں کم و بیش دو سو من غلہ اس چکی میں پیسا جاتا ہے، نفیر نے طبقۂ بالا پر جا کر اس کو دیکھا اور اس صنعت کاری کو دیکھ کر اس چکی کے بنانے والے کی عقل پر حیران ہو گیا۔

دوسرا عجوبہ گودی ہے ـــــ کہ برائے مرمت جہازہائے کلاں سمندر کے اندر ایک احاطہ بنایا ہے اور ایک دروازہ سمت سمندر پر لگایا ہے، جب جہاز کی مرمت مطلوب ہوتی ہے، مدِّ آب کے وقت اس کو اندرونِ گودی لاتے ہیں اور دروازہ بند کر دیتے ہیں اور اس کے شگافوں پر تار کول پھیر دیتے ہیں تاکہ پانی اندر نہ جا سکے اور اس پانی کو جو درونِ گودی ہے تدبیر سے باہر نکالتے ہیں یہاں تک کہ زمین خشک نمودار ہو جاتی ہے اس کے بعد مستری زینوں کے ذریعہ نیچے اُتر کر جہازوں کی اصلاح و مرمت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعد فراغت دروازے کو کھول دیتے ہیں کہ پانی اندر آئے اور اسی طرح ہمراہ جزرِ آب، جہاز کو سمندر میں لے جاتے ہیں۔ ان مستریوں میں سُرعت و چابکدستی اس قدر ہے کہ چند دنوں میں جہازوں کی مرمت کر کے ان کو گودی سے باہر کر دیتے ہیں ـــــ ان دنوں کہ نفیر واردِ بمبئی ہے یہاں کے جہازہائے کلاں کی مرمت ہو رہی ہے۔ نفیر نے اپنی آنکھ سے اس مرمت کا معائنہ کیا ـــــ یہ دونوں (چکی اور گودی) ایسی صنعتیں ہیں کہ عقل ان کو دیکھ کر دنگ ہو۔ سننے سے تو کیا حال ہو ـــــ اس کے علاوہ اور صنعتیں بھی قابل دید ہیں ـــــ

ماہم بمبئی سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک آبادی اور ہے جس کا نام ماہم (ماہِم) ہے وہاں ناریل کے باغات کثرت سے ہیں اس جگہ ایک بزرگ کا مزار ہے جن کا نام نامی شیخ علیؒ ہے ـــــ نفیر ان کے مزار پر گیا۔ بمبئی سے ماہم تک کی مسافت براہ سیر باغات

اور تماشائے بستان میں طے ہوئی — چونکہ یہ جگہ پُر فضا اور دلچسپ تھی لہٰذا رات مزار کے احاطے میں گزاری —

بمبئی سے سورت

شہر پونا بمبئی سے چار روز کی مسافت پر ہے، پونا سے اورنگ آباد آٹھ روز کی راہ ہے — جدہ سے روانہ ہونے کے دن جبکہ کشتی کا آنا بمبئی میں قرار پایا تھا — فقیر کو اُن بزرگوں کے مزارات کی زیارت کا اشتیاق تھا جو اورنگ آباد اور برہان پور میں آسودہ ہیں۔ خیال یہ تھا کہ بمبئی سے براہ کوکن و پونا اورنگ آباد و برہان پور سے گذر کر اجمیر جائیں گے — لیکن بمبئی پہونچنے کے بعد، شدت بارش اور راستے میں دلدل کی کثرت کا حال معلوم ہوا۔ اُدھر آرزوئے ملاقات مولوی صاحب (مولانا خیرالدین صاحب محدث سورتی) بھی غالب تھی، لہٰذا سورت جانا طے کر لیا، سورت یہاں سے خشکی کے راستے سے آٹھ روز کی راہ پر ہے۔ اور سمندر سے ایک سو چوالیس کوس ہے، اگر باد موافق ہو تو ایک روز میں پہونچ جائیں بمبئی و سورت کے درمیان ساحل پر آبادیاں ہیں اور باغات نارئیل و کیلہ کثرت سے ہیں — بروز دوشنبہ — ۲۱ ذی الحجہ کو کشتی میں سوار ہوئے اور صبح سہ شنبہ کو لنگر اُٹھایا، چونکہ ہوا موافق نہ تھی چھٹے روز میں سورت پہونچنا ہوا — سہ شنبہ کی صبح کو بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ بعون و عنایت الٰہی داخل شہر سورت ہوئے —

سورت سے مراد آباد تک کی منازل

۱۵ محرم یوم پنجشنبہ ۱۲۰۳ھ کو مولوی صاحب سے رخصت ہو کر سورت سے باہر نکل آئے۔ بریاؤ میں کہ تاپتی کے کنارے ایک گاؤں ہے رات گزاری — جمعہ کو چوکی میں کہ عالمگیر بادشاہ کی بنائی ہوئی ایک سرائے ہے سورت و بھروچ کے درمیان — منزل ہوئی — شنبہ کو انکلیسر پہونچے، احاطہ مزار سید حلیم میں رہے — یک شنبہ کو دریائے نربدا کو پار کر کے داخل بھروچ ہوئے — وہاں دو روز قیام کر کے چہار شنبہ کو روانہ ہوئے۔ تیسرے دن ۲۳ محرم کو بڑودہ پہونچے — یہ ایک شہر ہے مضافات احمد آباد گجرات سے — احمد آباد سے آٹھ روز کے راستے پر — اس سے پہلے دہلی سے جو حاجی جاتے تھے وہ اجمیر جاتے تھے۔ وہاں سے اودے پور کے راستے سے کہ رانا کا علاقہ ہے اور مارواڑ سے جو کہ راجہائے راٹھور کا علاقہ ہے — گزر کر احمد آباد جاتے تھے اور احمد آباد سے

بڑودہ پہونچتے تھے پھر سورت جاتے تھے ــــ اس زمانے میں بسبب ضعف سلطنت مغلیہ سوائے قافلۂ کلاں کے اس راستے سے گزرنا دشوار ہے۔ ناچار بھوپال و اجین سے برہان پور اور اورنگ آباد جاتے ہیں۔ یا براہ دوحد و باریہ ہمراہ بدرقہ تاجران ــ جو کہ وہاں کے زمینداروں سے موافقت رکھتے ہیں ــ بڑودہ پہونچتے ہیں ــــ یہ راہ اور راہ اتی موہن کہ اندور سے بہر دیج اس راہ سے گئے تھے ــــ برابر برابر ہیں۔

شنبہ کو بھی بڑودہ میں قیام کیا۔ یکشنبہ کو بتاریخ ۲۵ محرم روانہ ہوئے اور جادودہ میں جا کر رہے۔ دوشنبہ کو ہاتول منزل ہوئی ــــ پادہ گڑھ ــــ جو کہ پہاڑ کی چوٹی پر مشہور قلعہ ہے اور چاپانیر اس پہاڑ کے دامن میں واقع ہے ــــ ہاتول سے متصل ہے ــــ

شنبہ ــ ۲ صفر ــ باریہ پہونچے۔ یہ ایک شہر ہے توابع گجرات سے۔ یہاں کا راجہ ملک ڈ جمعیت رکھتا ہے اور اس کے آبا و اجداد زمانۂ سابق میں بڑے درجے کے ہوئے ہیں۔ راجہ حالی بھی آزاد ہے۔ کسی کا تابع نہیں ہے۔ اس شہر کے چاروں طرف مرہٹے متصرف ہیں۔ لیکن راجہ سے کچھ نہیں بولتے ــــ

دوحد

۵ صفر ــــ دوحد میں منزل ہوئی ــــ غربی سمت میں اس شہر کا بازار اور نصف قلعہ صوبۂ گجرات کی حد پر ہے اور شرقی سمت میں نصف قلعہ حدِ مالوہ پر ہے اور یہی اس شہر کی وجہ تسمیہ ہے۔ یہ شہر عالمگیر بادشاہ کا ولادت گاہ ہے۔ اب ایک قلعہ اور مسجد عالمگیری یہاں موجود ہے ــ میں نے رقعات عالمگیری میں دیکھا کہ اپنے بیٹے اعظم شاہ کو عالمگیر نے لکھا ہے ــــ "فرزند بصوبۂ گجرات می روند۔ شہر دوحد مولد این عاصی است حقوق سکنہ آنجا بر من است۔ مراعات و حسن سلوک با ایشاں بر خود لازم دانند۔

(یعنی دوحد میرا مولد ہے یہاں کے باشندوں کے حقوق میرے اوپر ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اپنے اوپر لازم سمجھو۔)

جمعہ ــــ ۸ صفر ــــ جہالوہ پہونچے۔ یہ ایک شہر ہے یہاں سے جنگل اور کوہستان طے کر کے دلی گاؤں میں جا کر رہے ــــ اس جگہ راہ اتی موہن متحد ہو گئی ہے۔ یہاں سے چار منزل قطع کر کے ۱۳ صفر کو اندور پہونچے ــــ ۱۵ صفر کو وہاں سے روانہ ہوئے۔

بھوپال

۲۲ر صفر کو بھوپال آئے ـــ یہ ایک مشہور شہر ہے، افغانوں کے تصرف میں ہے۔ احکام اسلام اور حکومت اسلام اس مدت سفر خشکی میں بعد سورت یہاں نظر آئے۔ اس کے چاروں طرف مرہٹے متصرف ہیں ـــ ۲۶ر صفر کو بھیلسہ پہونچے۔ یہاں زیر شہر ایک دریا ہے بیتوا نام ـــ کہ ہر سال کاتک کے مہینے میں ہنود اشنان کے لیے اس دریا پر آتے ہیں اور بڑا مجمع ہوتا ہے۔ سوداگر، کثیر التعداد گھوڑے اور اونٹ نیز دیگر ہر قسم کے اموال یہاں لاتے ہیں۔ اگن کے آخر تک بلکہ نصف پوس تک یہ مجمع برقرار اور بازار بیع و شرا گرم رہتا ہے۔ اتفاق سے اسی موسم میں ہمارا ورود اس شہر میں ہوا ـــ جمعہ ـــ ۲۴ر صفر۔ یہاں سے روانہ ہوکر شہر سرونج میں آئے۔ ۸ر ربیع الاول کو یہاں سے روانہ ہوئے اور ۱۰ر کو نرور گئے اور ۱۴ر ربیع الاول کو بروز شنبہ گوالیار پہونچے۔

گوالیار

یہ ایک قدیم شہر ہے۔ بہت سے مشائخ اس جگہ آسودہ ہیں۔ یہاں کے مزارات مشہورہ میں سے ایک قبر شیخ محمد غوث گوالیریؒ (مؤلف جواہر خمسہ) ہے۔ پتھر کی ایک اونچی عمارت اس مزار پر بنائی گئی ہے ـــ شیخ حمید الدین نے، جو شیخ گوالیریؒ کے پوتوں میں سے ہیں اور آج کل سجادہ نشین ہیں ـــ فرمایا کہ شیخ گوالیریؒ کی تاریخ وفات غوث بے لوث (۹۷۰ھ) ہے۔ مزار شیخ اور ان کی اولاد کا محلہ بیرون شہر ہے۔ اس محلے کی آبادی شہر سے علیحدہ ہے۔ اور قبر کپورہ مجذوب اندرون شہر متصل جامع مسجد ہے ـــ ان بزرگ کی تاریخ وفات کپورہ مجذوب (۹۷۹ھ) ہے ـــ ان دونوں بزرگوں کے حالات اخبار الاخیار (مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) میں لکھے ہوئے ہیں ـــ یہاں شیخ خان عالم شیبانی، عالم درویش صفت صاحب اخلاق حمیدہ، مخلوق سے بے تعلق اور معمر بزرگ ہیں۔ ان کی ملاقات سے دل کو راحت ملی۔ ان صفات کمال سے متصف اس زمانے میں بہت کم لوگ ہیں ـــ ۱۶ر ربیع الاول کو یہاں سے روانہ ہوا ـــ ۱۹ر کو دریائے چنبل عبور کرکے دھولپور پہونچے۔ یہاں منزل ہوئی۔ دھولپور دریائے چنبل کے کنارے ایک قدیم شہر ہے۔ صدمات زمانہ اور ظلم حکام سے ویران ہوگیا ہے۔ ۲۱ر کو یہاں سے روانہ ہوکر ۲۲ر ربیع الاول کو متھرا اور وہاں سے ۲۸ر کو انوپ شہر اور ربیع الاول کی آخری تاریخ میں سنبھل آئے۔ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۳ھ کو داخل مرادآباد

ہوئے۔

تمام مدت سفر	تمام مدت اس سفر کی دو سال دو ماہ اور دو ہفتہ تھی ——

—— فللہ الحمد ——

سفر حج میں ساتھ رکھیے
آپ
حج کیسے کریں؟
حج وزیارت کے متعلق اردو میں بیشمار
چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن
یہ کتاب جو مولانا نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی گویا
مشترک تالیف ہے، اپنی اس خصوصیت میں اب بھی بے نظیر
ہے کہ اس کے مطالعہ سے حج کا صحیح اور مسنون طریقہ بھی تفصیل
سے معلوم ہوجاتا ہے اور دل میں عشق و جذب اور ذوق و شوق
کی وہ کیفیات بھی پیدا ہوجاتی ہیں جو اصل میں حج کی روح و جان
ہیں نہایت مقبول کتاب جو دس سال سے بار بار چھپ رہی ہے۔
کاغذ عمدہ قیمت مجلد ۲/-
آسان حج
آسان زبان میں "حج کیسے کریں" کا گویا خلاصہ ایسے
کم تعلیم والے حضرات جو صرف آسان اور معمولی اردو ہی
پڑھ سکتے ہیں وہ اس کے مطالعہ سے پورا فائدہ
اٹھا سکتے ہیں
طباعت معیاری سائز جیبی قیمت -/۸/-
فضائل حج 3/50
معلم الحجاج 3/75
رفیق حج 1/50
سفر حجاز 5/-
اعیان الحجاج 4/-
حج کا مسنون طریقہ 1/25
کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ

تذکرۂ مجدد الفِ ثانیؒ

"مجدد الفِ ثانی نمبر الفرقان" کا کتابی ایڈیشن

الفرقان کے مجدد الف ثانی نمبر میں پہلی بار یہ حقیقت سامنے آئی تھی کہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کا وہ کون سا امتیازی کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آپ کو کسی ایک صدی کا نہیں بلکہ الف ثانی یعنی پورے دوسرے ہزارئے (از ۱۰۰۱ھ تا ۲۰۰۰ھ) کا مجدد اُمت نے مان لیا ہے۔ الفرقان کے اس نمبر کی اشاعت تیئیس برس گزر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں خاصکر اسلامی دنیا کے حالات میں بہت کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ان تبدیلیوں کو اور انکے دینی تقاضوں کو دیکھ کر یہ یقین بڑھ جاتا ہے کہ واقعۃً حضرت موصوف پورے "الف ثانی" کے مجدد ہیں، اور ہمارے اس دور کے لیے بھی ان کے تجدیدی کام میں پوری رہنمائی موجود ہے۔

یہ حقیقت آپ پر اس کتاب کے مطالعہ سے کھلے گی جس میں مجدد الف ثانیؒ کے ذاتی حالات بھی ہیں اور انکے تجدیدی کام کی تفصیلات بھی، نیز آپ کے تمام مشہور خلفاء کا تذکرہ بھی۔

صفحات ۲۵۲ ، سائز متوسط ، قیمت ۲/۰

کتب خانۂ الفرقان لکھنؤ

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟
تالیف — مولانا محمد منظور نعمانی
بلاشبہ قرآن مجید کی دعوت و تعلیم پوری انسانیت کے لیے آبِ حیات ہے۔
لیکن ہماری دنیا اس سے ناآشنا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو "کلامِ الٰہی" ماننے والی
اُمّت کی غالب اکثریت بھی اس سے بیگانہ ہے۔
یہ کتاب
اسی صورتِ حال کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے
یہ قرآنی دعوت اور اس کی اہم تعلیمات کا ایک جامع خلاصہ ہے۔
جس میں ۲۷ عنوانات کے تحت متعلقہ قرآنی آیات کو نہایت مؤثر اور دل پذیر تشریح کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔
خاص طور پر قرآن کی دعوتِ توحید کا بیان اس کتاب کا شاہکار ہے۔
یہ بالکل ایک نئے طرز کی کتاب ہے جو قرآن کی دعوت سے روشناسی کے ساتھ ساتھ قرآن کے اعجازِ بیان کا بھی لذت شناس کرتی ہے۔
نہایت اعلیٰ کتابت و طباعت، عمدہ کاغذ، ۲۰۴ صفحات مجلد مع گردپوش قیمت -/۴
کتب خانہ الفرقان لکھنؤ

ALFURQAN (Regd. No. A-353) LUCKNOW

only Cover Printed at Gupta Printing Press, Lucknow.